اسلامی اقدار کا نقیب

ترجمانِ اسلام

ہفت روزہ

لاہور

نگرانِ اعلیٰ

مولانا مفتی محمود

21 / 48

گول میز کانفرنس کی ضرورت و اہمیت

صوبہ سرحد میں علیحدگی پسندوں کا کوئی وجود نہیں

ميں نے ابوالکلام کو کیسا پایا، حاجی اللہ دتہ بٹ، صنعت اور ہماری معیشت، عورت کا شرعی مقام کیا ہے، مولانا ابوالکلام آزاد، شہر شہر سے، دارالعوام اور مسائل اور دیگر دلچسپ مضامین!

ایک ضروری اعلان

ادارہ ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور عنقریب ضلعی سطح کی ذمہ دار جماعتی شخصیتوں کے انٹرویوز کا باقاعدہ پروگرام سلسلہ وار شروع کر رہا ہے تاکہ ہر ضلع کی جماعتی کارکردگی، کام کی رفتار اور علاقہ کے اہم مسائل کا جائزہ لیا جا سکے اور اس طرح جماعتی قائدین اور اراکین ہر ضلع کی کارکردگی کا صحیح اندازہ کر سکیں۔

اس سلسلہ میں

ادارہ نے راؤ منور احمد خان کو نمائندہ خصوصی مقرر کیا ہے، اور ان کو ضلعی سطح کی جماعتی شخصیتوں کے انٹرویوز، ترجمانِ اسلام کے بقایاجات کی وصولی اور توسیع اشاعت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے!

احباب ان سے بھرپور تعاون کریں۔ (ادارہ)

۱ تا ۷ دسمبر ۱۹۷۸ء

شمارہ نمبر ۴۸

قیمت، ایک روپیہ

مولانا مفتی محمود مدظلہ

اے کہ تو ہے منبعِ عزم و یقین و اعتماد | تیرا دم سرمایۂ ناموسِ قومی اتحاد
اے کہ تو مضرابِ سازِ مستیٔ جوشِ جہاد | اے کہ تو ہے مظہرِ آئینہ دارِ اجتہاد
اے کہ تیری شخصیت ہے اک نشانِ اتحاد | اے کہ تو ہے پیکرِ مومن شبیہِ اعتماد
تیرے آگے سرنگوں ہیں سب سیاسی کیقباد | تیرا دم سرمایۂ ناموسِ قومی اتحاد

کتنی اسم بامسمیٰ ہے تری بے داغ ذات | تیرے ہر کردار میں پنہاں ہیں محمودی صفات
وقت کے دجال کو میداں میں دی ہے تو نے مات | ٹھوکروں میں ہے تیری اب وہ سیاسی سومنات
کس میں ہمت ہے کہ روکے تیرا زورِ اجتہاد | تیرا دم سرمایۂ ناموسِ قومی اتحاد

تو نے گھونٹا بڑھ کے ہر زورِ عقوبت کا گلا | تو نے پھینکا ماؤ من کی کجکلاہِ خود نما
دیوِ استبداد کے آگے نہ تیرا سر جھکا | تیرے ہاتھوں نے سجائی آمریت کی چتا
قہرِ حق ہے تیری سیفِ جوششِ حق العباد | تیرا دم سرمایۂ ناموسِ قومی اتحاد

سادگی تیری عبادت، مخلصی تیری نماز | پارسا تیری خرد تیرا جنوں دانائے راز
تو ہے دنیائے سیاست کا نشانِ امتیاز | دل میں ہے اک والہانہ جذبۂ سوز و گداز
تو نے نفسِ گرم سے گرما دیا نفسِ جہاد | تیرا دم سرمایۂ ناموسِ قومی اتحاد

سر میں سودائے وفا دل میں شہادت کی امنگ | رزم گہہ میں آکے دکھلایا ہے جانبازی کا ڈھنگ

کر ہی دیں خاموش تو نے جبر کی توپ و تفنگ
جیت لی حسنِ تدبر سے حق و باطل کی جنگ

(باقی آئندہ)

عبدالوہاب برقؔ مرزاپوری



جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۴۸

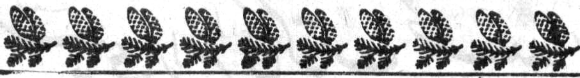
جمعۃ المبارک یکم دسمبر ۷۸ء۔ ۲۹ ذی الحجہ ۹۸ھ

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور
مدیر
اکرام القادری
مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ ۴۵ —— روپے
ششماہی ۲۳ —— روپے
سہ ماہی —— ۱۱/۵۰ روپے

فی پرچہ
قیمت ایک روپیہ

یکے از مطبوعات
جمعیۃ علماء اسلام پاکستان



اقتدار کی پیشکش اور مفتی محمود کا جواب

صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے ایک مرتبہ پھر اپنی اس پیشکش کا اعادہ کیا ہے کہ "اگر پاکستان قومی اتحاد سے وابستہ جماعتیں باہم ضم ہو کر ایک جماعت بن جائیں تو وہ فوری طور پر اقتدار قومی اتحاد کے حوالے کر دیں گے"۔

صدر کی اس پیشکش کے جواب میں پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے بھی وہی کچھ کہا ہے جو وہ اس سے قبل فرما چکے ہیں کہ" قومی اتحاد انتخابات سے قبل جنرل ضیاء الحق سے اقتدار حاصل نہیں کرے گا"۔

نظرِ بظاہر صدر صاحب کی انتقالِ اقتدار کی پیشکش سے جو ترشح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قوم کو یہ باور کرایا جائے کہ موجودہ فوجی حکومت کو طویل عرصہ تک اقتدار سے چمٹے رہنے کی کوئی خواہش نہیں ہے اور اقتدار کی منتقلی کے سلسلے میں وہ اس قدر بے تاب اور کوشاں ہے کہ اگر قومی اتحاد کی جماعتیں ایک پارٹی بن جائیں تو وہ انتخابات کے کھیکڑوں میں پڑے بغیر بھی اقتدار سے دست کش ہو سکتے ہیں۔

جبکہ پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود جمہوریت کے لیے اپنی تیس سالہ جدوجہد کے پس منظر میں اپنے جمہوری اور شورائی مزاج سے مجبور ہو کر وہی جواب دیتے ہیں جو ان کی جمہوری تگ و تاز کا منطقی نتیجہ ہے۔ انہوں نے پہلے بھی جنرل صاحب کی پیشکش کے جواب میں یہی کہا تھا کہ "وہ انتخابات کے بغیر انتقالِ اقتدار کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور اب بھی یہی فرمایا ہے کہ" قومی اتحاد انتخابات سے قبل اقتدار حاصل نہیں کرے گا"۔

خدانخواستہ مفتی صاحب کی جگہ اگر قومی اتحاد کی سربراہی کا منصب کسی اور کو حاصل ہوتا، تو اس قسم کی فراخدلانہ پیشکش کے جواب میں محلاتی سازشوں اور جوڑ توڑ کا شکار ہو کر قوم کو ایک ایسے گرداب میں مبتلا کر دیتا جس سے نکلنا مشکل ہو جاتا۔ دراصل یہی وہ مواقع ہوتے ہیں جب کسی قومی سطح کے لیڈر کی پہچان کی جاتی ہے اور قوم کو یہ پتہ چلتا ہے کہ کون اس کا صحیح ہمدرد اور بہی خواہ ہے اور کون اپنی ذات کو پیش نظر رکھ کر قوم کے نام کی دہائی دے رہا ہے، کون محبِّ وطن ہے اور کون غدارِ وطن، کون اقتدار کا پجاری ہے اور کون اصولوں کا پرستار۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جنرل صاحب کی پیشکش مسترد کرنا مفتی محمود ایسے عظیم رہنما کیلئے کوئی ایسی انوکھی اور اچنبھے کی بات نہیں ہے بھٹو کے دورِ بربریت واستبداد میں بھی انہوں نے وزارتِ عالیہ کے منصب کو اصولوں کی خاطر خیرباد کہہ دیا تھا اور جب ایک ہفتہ تک بھٹو اور اسکے لگے بندھے مفتی صاحب کی منت سماجت کرنیکے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے تو قوم نے جان لیا تھا کہ مفتی محمود کو بڑے سے بڑا لالچ بھی اصولوں سے سرِ مو انحراف کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد بھی اگر کچھ نو واردانِ کوچۂ سیاست مفتی صاحب کی حب الوطنی پر حرف گیر، اپنا قد بڑھانے کے لیے مفتی محمود پر طعنہ زنی کو وطیرہ بنائے رکھیں اور ان پر قومی اتحاد کی صدارت سے چمٹے رہنے کی پھبتی کسیں تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ

وفاؤں کے ہزاروں دے چکا ہوں امتحاں اب تک
مگر وہ ہیں کہ اس پر بھی ہیں مجھ سے بدگماں اب تک

طلبا کی ڈائری

رپورٹنگ: ظہیر میر

* فرانسیسی رائٹر کی کتاب "محمد" پر فی الفور پابندی عائد کی جائے!

(ندیم اقبال اعوان)

* صوبہ پنجاب کی جمعیتہ کے انتخابات ۲۷ دسمبر کو لاہور میں منعقد ہوں گے!

جمعیت طلبہ اسلام پاکستان کے قائم مقام مرکزی صدر جناب ندیم اقبال اعوان نے حکومتِ پاکستان سے ایک بیان میں سخت احتجاج کرتے ہوئے فرانسیسی رائٹر راڈنسن کی کتاب "محمد" پر فی الفور پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

آپ نے کہا افسوس کا مقام ہے کہ جہاں آج کل ملک اسلامی نظام کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے وہاں اس قسم کا لٹریچر وغیرہ بھی ملک میں عام فروخت ہو رہا ہے، جس میں اسلام کے بانی آقائے دو جہاں، سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے خلاف بکواس کی گئی ہے۔

آپ نے ایک اخباری بیان کے ذریعے اس کتاب کی فوراً ضبطی کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جن لوگوں نے اس کتاب کو درآمد کیا ہے، حکومت کی ذمہ داری ہے کہ انہیں سخت سے سخت سزا دے تا کہ پھر کسی کو اس قسم کی قبیح جرأت کرنے کی ہمت نہ ہو۔ آپ نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ حکومتِ پاکستان کو حکومتی سطح پر حکومت فرانس سے احتجاج کرنا چاہیئے۔

اس سلسلے میں ندیم اقبال اعوان نے حکومت کو متنبہ کیا ہے کہ اگر حکومت نے اس کا فی الفور نوٹس نہ لیا تو صورتِ حال کے بگڑنے کی ساری ذمہ داری حکومت پر عائد ہو گی۔

ندیم صاحب نے اپنے تمام جماعتی دوستوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کتاب کے خلاف اخبارات میں خبریں شائع کروائیں اور اپنے اپنے وسائل کے مطابق حکومتِ پاکستان سے سخت احتجاج کریں۔

کنوینگ کمیٹی کا اجلاس

گزشتہ روز دفتر جمعیتہ طلبہ اسلام گوجرانوالہ میں صوبائی تنظیمی کمیٹی کا اجلاس زیرِ صدارت ملک خلیل احمد اعوان صدر صوبائی تنظیمی کمیٹی منعقد ہوا۔ اجلاس میں صوبہ پنجاب کی مجموعی تنظیمی صورتِ حال کا بغور جائزہ لیا گیا۔ جمعیت کے مرکزی صدر جناب میاں محمد عارف نے بھی شفقت فرماتے ہوئے اجلاس میں شرکت کی اور اپنے بہت ہی قیمتی مشوروں سے شرکاء اجلاس کو نوازا۔

اجلاس میں تمام اضلاع کی تنظیمی کارکردگی پر غور کیا گیا اور متفقہ فیصلہ کیا گیا کہ صوبہ پنجاب کی جمعیتہ کے انتخابات ۲۷ دسمبر کو لاہور میں منعقد ہوں گے۔ اس سلسلہ میں تفصیلی اعلان آئندہ چند روز تک کر دیا جائے گا۔

۱۵ دسمبر کو لاہور میں صوبائی تنظیمی کمیٹی کا آئندہ اجلاس ہو گا اور صوبائی انتخاب کے بارے میں مزید غور و خوض ہو گا۔ ملتان ڈویژن سے قاری محمد اختر کو باقاعدہ طور پر کنوینگ باڈی میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ درج ذیل مقامات پر درج ذیل تاریخوں میں انتخابات منعقد ہوں اور درج ذیل صوبائی عہدیدار ان جگہوں پر اجلاسوں سے خطاب کریں:

ضلع میانوالی،	۵ دسمبر	ملک خلیل احمد اعوان
" ساہیوال،	۸ "	قاری محمد اختر
" ملتان،	۳ "	میاں محمد عارف،
" مظفر گڑھ،	۴ "	ملک خلیل احمد اعوان
" بھکر،	۵ "	خضر حیات
" سرگودہا،	۶ "	قاری محمد اختر
" فیصل آباد،	۷ "	
" رحیم یار خاں،	۲ "	

راولپنڈی ڈویژن کے مختلف مقامات کا جناب شیخ محمد اکبر اور راجہ ظفر اقبال دورہ کریں گے۔

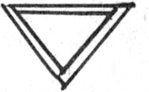
نوٹ:- دو کاپیاں پریس کو جا چکی تھیں، اداریتی کاپی زیرِ ترتیب تھی کہ طلبہ کی ڈائری موصول ہوئی۔ لہٰذا اداریہ مختصر کر کے ایک صفحہ پر ڈائری دی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

قسط سوئم

حافظ ارشاد احمد دیوبندی

عورت کا شرعی مقام کیا ہے؟

شمعِ انجمن یا چراغِ خانہ



گزشتہ مباحث میں راقم نے پردہ سے متعلق مغربی تصورات اور اسلامی روایات پیش کر کے ان کا مختصر سا تجزیہ اور موازنہ پیش خدمت کیا تھا کہ آج جبکہ ہر طرف سے تباہی و بربادی کے طوفان اٹھ رہے ہیں اور بد قسمتی سے مسلمانوں کی بدعملی کے باعث اسلام کا لایا ہوا "نظام رحمت" العیاذ باللہ حقیر بن کر رہ گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات اور دینی روایات آخری ہچکیاں لے رہی ہیں۔ خود اسلام کو اعلانیہ "ملّا کا دین" کہہ کر پکارا جا رہا ہے اور اسلام کے ہر شعار کو صرف نشانۂ تنقیص ہی نہیں بنایا جا رہا بلکہ مقدور بھر اس کی تضحیک بھی کی جا رہی ہے۔ خصوصاً ہمارے اس دور میں جتنی بے حرمتی عورت کی، عورت کے نام پر کی جا رہی ہے اس کے صرف تصور سے ہی ہر دردمند اسلام اور اہلِ بصیرت کا دل جلتا ہے۔ پھر خود عورت جیسی کردار کا اپنے خلاف مظاہرہ کر رہی ہے وہ بھی سب کے سامنے واضح اور عیاں ہے۔ نیز حرص و ہوس کے جنونی جذبے نے اس وقت مرد اور عورت دونوں کی عقل کو مغلوب اور فہم و فکر کو ماؤف کر کے رکھ دیا ہے۔

مفاسدِ ثلاثہ کی تباہ کاریاں

زن، زر اور زمین تینوں خطرناک مقامات ہیں۔ جہاں بڑے بڑے لوگوں کے وضو ٹوٹتے دیکھے ہیں اور تا قیامت ان مفاسدِ ثلاثہ پر دنیا کی للچاتی ہوئی نظریں پڑتی رہیں گی۔ یہ انسان کی ایک کمزور فطرت ہے اور جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ فطرت کی تبدیلی ناممکن ہے، جیسے شیر کے لیے گھاس کھانا غیر فطری امر ہے اور گائے وغیرہ کے لیے گوشت خوری غیر طبعی بلکہ ہلاکت کا پیش خیمہ ہے اسی طرح ان مفاسدِ ثلاثہ کی جب تک حفاظت اور نگہداشت نہ ہوگی فساد کی پیدائش ہوتی رہیگی۔

بالفرض اگر زمین کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ ہو تو اسے ہمسایہ لوگ اپنے قبضہ میں کر لیں گے یا مویشیوں کی چراہگاہ بن جائے گی،

اور زر محفوظ نہ ہو تو اس کا جو حشر ہوگا، وہ تو آپ کو معلوم ہی ہے،

اور جب زن (عورت) اسلامی قوانین کی قیود کو پھلانگ کر آزاد ہو جائے تو اس کا حشر ان دونوں سے بدتر ہو سکتا ہے کیونکہ عورت ان سب سے بیش قیمت اور زیادہ نازک شئے ہے، پھر زر یا زمین کی تلافیٔ مافات بھی تو ممکن ہے مگر عورت کی عفت و عصمت چلے جانے کے بعد لوٹانا ناممکن ہے۔ اس کے چہرے کا نور سیاہی میں تبدیل ہو جاتا ہے..... اس لیے خیر القرون کی عورت نے اپنی عزت اسی میں سمجھی تھی کہ چہرہ کی پیشانی اور اس کا اظہار معیوب اور حیا سوز فعل ہے۔

نگاہ کی نامسلمانی سے فریاد!

ہمارے ایک بزرگ رشتہ رقم کرتے ہیں کہ عورت شرعی پردے کے اندر رہے، اور بے نقاب کھلے بندوں اپنے حسن و جسم کی نمائش نہ کرتی پھرے۔

شرعاً عورت کو کس قسم کا لباس پہننے اور اپنے جسم کو ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے اس کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو متعدد خطرات سے عورت کی حفاظت ہو سکتی ہے۔

مؤطا امام مالک کی ایک روایت ہے کہ حضرت حفصہؓ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہؓ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور وہ ایک باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے اس دوپٹہ کو پھاڑ دیا اور ایک موٹی اوڑھنی اس پر ڈال دی۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اپنی عورتوں کو ایسے باریک کپڑے نہ پہناؤ جو جسم پر اس طرح چست ہوں کہ سارے جسم کی ہیئت نمایاں ہو جائے۔ مگر اب بقول صاحب "مغربی یا مغرب زدہ عورت آزاد تو ہو گئی ہے یعنی نہ اس پر اب گھر کی پابندی باقی رہی ہے اور نہ خاوند و اولاد کی، اب وہ دن رات ہوٹلوں میں، سینماؤں میں، تھیٹروں میں، بازاروں میں، پارکوں میں، راستوں میں، بلکہ گلی کوچوں میں سر برہنہ، سینہ عُریاں، ننگی باہیں نکالے، چہرہ بے نقاب کیے... رخساروں پر سُرخی اور پوڈر تھوپے مردوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے مارے مارے پھرتی نظر آتی ہیں تو شرم و حیا سے ہم بھی (معمر ہوتے کے باوجود) اس طرح غیرت قومی سے زمین میں گڑ جاتے ہیں، جیسے ماضی مرحوم میں اکبر الہ آبادی مرحوم بے پردہ بیبیوں کو

دیکھ کر بے چین ہو جاتے تھے مگر کاش کہ آج کوئی اکبر بھی نہیں جو ان مسلم خواتین کی بے پردگی و بے حرمتی کے بعد اب اس عریانی و فحاشی پر آنسو بہائے اور قوم کو درد دلائے اور جن کے دل میں کچھ درد ہے افسوس کہ وہ بھی ہماری طرح ضعیفِ ایمان ہیں کہ ہاتھ اور زبان ہلانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ہم صرف قلم کاری کر کے دل ہی دل میں کڑھتے رہتے ہیں۔ ایک صاحبِ قلم بہن نے کیا ہی خوب حقیقت کی ترجمانی کی ہے:

"مغرب میں خانگی زندگی بالکل تہہ و بالا ہو چکی ہے، عورت مرد سے آزاد ہو کر ہوس کی باندی اور خواہشات کی غلام بن کر رہ گئی ہے، وہاں کی عام زندگی فسق و فجور کا دوسرا نام ہے، گھر کی راحت جو انسانی زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے مغرب میں مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ اول تو ان کے ہاں اولاد پیدا کرنا ہی زندگی کا جھنجال سمجھا جاتا ہے اور اگر اولاد پیدا ہو بھی جائے تو ماں کو گھر سے باہر کی دلچسپیوں سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ وہ اولاد کی تربیت کی طرف دھیان دے سکے۔۔۔ غرضیکہ اسی بے مہار آزادی کی وجہ سے عورت گھر کی ملکہ ہونے کی بجائے بازار کی رونق بن کر رہ گئی ہے اور آج مسلمان عورتوں کے سامنے مختلف سمتوں سے طرح طرح کی بظاہر دلکش لیکن باطن میں تباہ کن راہیں پیش کی جا رہی ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان عورتوں کے لیے جو دستورِ حیات اسلام نے مرتب کر کے پیش کیا ہے وہ ہمارے پیشِ نظر ہو بلکہ اس پر سختی سے پابندی کی جائے تاکہ ادھر ادھر کی غلط راہوں کو چھوڑ کر مسلمان عورتیں "اسلام کے صراطِ مستقیم" پر چلیں، اور اگر آج بھی مسلمان عورت کے متعلق اسلام نے جو قوانین مقرر فرمائے ہیں، ان پر عمل کیا جائے تو اس یورپی اور لادین سیلاب کے باوجود بھی ہم مسلمان خاندانی عزت و آبرو کو محفوظ رکھ سکتے ہیں اور اپنے آپ کو بہتر سے بہتر بنا سکتے ہیں۔۔۔ ہماری عورتیں نیک بخت و صالح اور ہماری اولاد سعادت مند ہو سکتی ہے اور ہمارے گھر دلی طمانیت، دماغی سکون اور معاشی فراغت کے مرکز بن سکتے ہیں اور ہماری آئندہ نسلیں علم و فضل، حکمت و ادب اور عزت و اقبال کے حصول میں کسی سے پیچھے نہیں رہ سکتیں۔"

تخلیہ میں عورتوں کے پاس جانے کی ممانعت

عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خبردار عورتوں کے پاس تنہائی میں نہ جاؤ"۔

انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور اور جیٹھ کے متعلق کیا ارشاد ہے"۔

آپؐ نے فرمایا وہ تو موت ہے!

(ترمذی، بخاری، مسلم)

ایک اور حدیث ہے جس میں آپؐ فرماتے ہیں کہ:

"شوہروں کی غیر موجودگی میں (بصورتِ پردہ بھی) عورتوں کے پاس نہ جاؤ، کیوں کہ شیطان تم میں خون کی طرح جاری و ساری ہے"۔ (ترمذی)

حضرت عمرو ابن العاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عورتوں کے پاس ان کے شوہروں کی غیر موجودگی میں جانے سے منع فرمایا۔

(ترمذی)

مسلم کی ایک اور حدیث ہے جس میں۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کے بعد کوئی شخص کسی عورت کے پاس اس کے شوہر کی غیر موجودگی میں نہ جائے تا وقتیکہ اس کے ساتھ ایک دو اور آدمی نہ ہوں۔

ان احادیث کو نقل کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ مسلمان عورت کو اپنی عصمت کی حفاظت کے لیے اپنے شوہر کے علاوہ کسی غیر مرد (نامحرم) کے پاس تخلیے میں بیٹھنے، چلنے، پھرنے سے ضرور احتراز کرنا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی ایسی عورت کا ہاتھ چھوئے گا جس کے ساتھ اس کے جائز تعلقات نہ ہوں (یعنی نکاح نہ ہو) اس کی ہتھیلی پر قیامت کے روز انگارا رکھا جائے گا۔ (فتح القدیر)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے صرف زبانی اقرار لے کر بیعت لیا کرتے تھے۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے تھے بلکہ آپؐ نے کبھی ایسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا جو آپ کے نکاح میں نہ ہو۔

(بخاری و مسلم)

عورت داعیٔ اسلام کی نظر میں

فرمایا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "دنیا کی چیزوں میں سے میرے لیے سب سے زیادہ محبوب چیزیں تین ہیں:

۱۔ نیک عورت۔
۲۔ خوشبو، اور
۳۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

دنیا کی پوری ہسٹری اور تاریخ عالم کی پوری ورق گردانی کر جائیے پیغمبر اسلام علیہ السلام سے قبل کسی نے آزادیٔ نسواں کے جائز حقوق کا نعرہ بلند نہیں کیا۔ حضور علیہ السلام نے سب سے پہلے عورت کو وہ مقام بلند بخشا جو عورت کے شایانِ شان تھا جس کے باعث اس کے جائز حقوق متعین ہو گئے اور مردوں کو تنبیہاً کہا گیا:

"خبردار عورتیں شیشے ہی شیشے ہیں، ان کی خوب حفاظت کرو"۔

پھر طبرانی کی ایک حدیث ہے:

"بے شک یہ عورتیں مردوں کی ہم جنس ہیں"۔

عورت کو اگر مرد کی خدمت کے لیے ارشاد ہوا ہے تو مرد کو بھی حکماً فرمایا کہ تم کو بھی عورت کی خدمت سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔

فرمایا:

"اپنی عورت کو مرد پانی بھی پلا دے تو اس کا بھی اس کو اجر ملتا ہے۔ خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرے۔ اسی طرح بیوی کو بھی

چاہیئے کہ وہ خاوند کو ناراض نہ ہونے دے۔
پھر آپ نے عورت سے متعلق ایک اعلیٰ حکمت کی بات بتائی؛
فرمایا :
" عورت پسلی کی طرح ہے ۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اگر تم اس کے ساتھ گذارہ کرو گے تو اسے نعم الرفیقہ پاؤ گے اور گذارہ کر سکو گے"۔
پھر انتہائی شفقت سے ارشاد فرمایا :
" تم میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہوں ۔ اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ محبت کا سلوک کرتے ہوں"۔
حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت کردہ حدیث ہے کہ :
" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوں تو سب مومن ہیں لیکن ایمان میں کامل وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی شریک حیات کے ساتھ عمدہ اور اچھا سلوک ہو"۔
اسی طرح عورت کو اپنے مرد کے حقوق کی ادائیگی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا :
" تمہاری بیویوں میں سب سے اچھی وہ ہے جو اپنی آبرو کے معاملہ میں پارسا ہو اور اپنے خاوند سے محبت کرتی ہو"۔
جو شخص میاں بیوی کے تعلقات خراب کرنے کی مذموم کوشش کرتا ہے اس کے متعلق بھی احادیث میں متعدد مقامات پر وعیدیں آئی ہیں۔
مثلاً فرمایا :
" جو میاں بیوی کے تعلق کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ امت مسلمہ سے خارج ہو جاتا ہے"۔
طوالت مضمون کے باعث احادیث کے مجموعہ میں سے دس فیصد احادیث کا ترجمہ بھی اس موضوع سے متعلق پیش نہیں کیا جا سکا مگر آپ نے اس مختصر ترین احادیث کے مواد سے اندازہ کر لیا ہو گا کہ عورت کو اسلام نے کتنا بلند مقام عطا فرمایا ہے ۔ مگر وائے افسوس کہ عورت کو جس قدر و اتی کی نگاہ سے اسلام نے دیکھا تھا ' وہ آج اس کو پسند نہیں بلکہ ہم سب مرد و زن کے قلوب ہوس خانے بن کر رہ گئے ہیں ۔ ہم نے سہل پسندی ایسی قائم کی ہے کہ وہ مثال قائم ہو گئی ہے ، دریاؤں کے دلوں کو دہلا دینے والوں نے طوفانی ہوس کے صحراؤں میں گم نامی اختیار کر رکھی ہے بلکہ غضب کی حد وجہد سے دنیا پر حکمرانی کرنے والوں کی زندگیاں تن آسانی کا شکار ہو کر رہ گئی ہیں ع
" ہوس سینے میں چھپ چھپ کر بنا لیتی ہے تصویریں "
آج بقول حضرت مولانا عبد القیوم صاحب ندوی تمام عالم میں بے چینی اور بے ہوشی کا اضطراب بپا ہے اور دنیا کے تمام قانون دان اور مدبر سیاست دان اس کو امن و سکون میں بدلنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں ، مگر حال یہ ہے ع
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی
حالات کے اس دوراہے پر پورے ملک کے مسلمانوں کی نگاہیں صرف مفکر اسلام اور قائد اہل اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم صدر اتحاد پاکستان کی طرف ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس نیک اور صالح بندے کے ذریعہ ملک میں اسلام کا نظام نافذ کرا دے تاکہ یہ ملعون جڑیں کھوکھلی ہو کر خود بخود کمزور پڑ جائیں اور ایک بار پھر مسلمان عورت باعصمت ہو کر مولانا حسین احمد مدنی رح
اور مولانا احمد علی صاحب شیخ کامل جیسے بچوں کو جنم دیں ۔ مفکر عالم ، فرزند توحید علامہ محمد اقبال مرحوم فرماتے ہیں ؎

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا
مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں
فساد کا ہے فرنگی معاشرہ میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بے چارہ زن شناس نہیں

(اقبال)

بقیہ : مولانا ابو الکلام آزاد رح

نہیں سمجھتا کہ ان پر کوئی سنجیدہ آدمی ، کوئی علمی شخص ، کوئی غور و فکر کرنے والا انسان اور مسلمان ان کو قبول کرے گا ۔ ان میں کوئی بھی روایت ایسی نہیں جو ایک سچے اور پکے مسلمان کی روایت ہو ۔ کچھ سی آئی ڈی کی رپورٹیں ہیں ، کچھ انتہا پسندوں ، کمیونسٹوں اور ملحدوں اور غیر مسلموں کے بیانات ہیں اور کچھ معاندین اور مخالفین کی غلط فہمیاں ہیں جنہیں حقائق کی حیثیت سے پھیلایا گیا ۔ ان پر ایک لمحے کے لئے بھی اعتماد اور اعتبار نہیں کیا جا سکتا ۔ اور ایک مسلمان کا قلب و ذہن ایک لمحے کے لئے بھی انہیں قبول نہیں کر سکتا ۔

بشکریہ : " چٹان "

میں نے



کو کیسا پایا؟

عبدالصمد صارم الازہری

شروع شروع جب کانگریس نے وزارتیں سنبھالیں تو میرے بھائی حافظ محمد ابراہیم نگینوی لکھنؤ میں وزیر تھے۔ میں لکھنؤ گیا ہوا تھا کہ ابوالکلام آزاد تشریف لائے اور انہوں نے وہاں قیام کیا تو میں نے دیکھا کہ ان کا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ وہ صبح چار بجے فجر کی اذان سے بہت پہلے بیدار ہوتے، تہجد پڑھتے اور پھر اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر پیتے۔ سگریٹ سلگاتے اور باہر لان میں کچھ گنگناتے ہوئے ٹہلتے۔ پھر اجابت کے لیے جاتے اور نمازِ فجر پڑھ کر کچھ لکھنے پڑھنے لگتے۔ یہ ان کا روزانہ کا معمول تھا۔

میری دوسری ملاقات ان سے اس زمانے میں ہوئی جبکہ وہ دہلی میں وزیرِ تعلیم تھے۔۔۔ بھائی حفظ الرحمان سیوہاروی ان سے کچھ مشورہ کرنے گئے تھے تو مجھے بھی ساتھ لے گئے تھے۔ میں نے دہلی کے قیام میں یہ اندازہ لگایا کہ حفظ الرحمان روزانہ ان کے پاس جاتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ دہلی میں خوب مار پیٹ ہو رہی تھی اور وہ جو کچھ مولانا فرماتے ہیں [illegible] کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حفظ الرحمان ان کے ورکر ہیں۔

دہلی کو نہ مولانا احمد سعید نے بچایا، نہ مولوی حفظ الرحمٰن نے، دراصل درپردہ ابوالکلام آزاد تھے اور بظاہر حفظ الرحمان تھے۔ مولانا کے مشورہ ہی کے مطابق وہ جواہر لال سے گفتگو کرتے تھے اور جواہر لال ان کی بات ماننے پر مجبور تھا۔

ایک دفعہ کہیں فساد ہو رہا تھا کہ ابوالکلام اور جواہر لال پہنچ گئے تو ابوالکلام نے جواہر لال سے کہا، کیا ہم نے اسی دن کے لیے آزادی حاصل کی تھی؟ برابر میں جو فوجی کھڑا تھا جواہر لال نے اس سے کہا:

”دیکھتا کیا ہے فائر کھول دے“

تو اس نے بندوق ہاتھ سے چھوڑ دی۔

میں ۱۹۴۴ء میں لاہور آیا تو عام و خاص ہر ایک سے یہی سُنا کہ ابوالکلام آزاد، ہندو عورتوں کے ساتھ بیٹھتا ہے اور شراب پیتا ہے۔ حاشا و کلا یہ ایسے لوگ نہ تھے۔ رہا عورتوں کے ساتھ بیٹھنے کا سوال، تو وہ کانگریس کی ورکر ہوتی تھیں جن کے ساتھ جلسوں وغیرہ میں بیٹھنا پڑ جاتا تھا، کیا ہمارے سیاسی علماء عورتوں کے ساتھ نہیں بیٹھتے؟

دراصل پنجاب میں خاص طور پر انگریز نے کانگریسی علماء کے خلاف بڑا مکروہ پروپیگنڈا کیا تھا اور کچھ مسلم لیگ نے اسے ہوا دی تھی۔۔۔ کیونکہ انگریز نے اسے فوجی علاقہ بنا رکھا تھا۔

اس سے بھی بدترین باتیں میں نے عطاء اللہ شاہ بخاری کے بارے میں سنیں اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے بارے میں بھی۔ ان لوگوں کو میں نے بہت قریب سے دیکھا ہے۔ یہ لوگ تو بالکل بے نفس تھے۔ ہو سکتا ہے انہوں نے کوئی سیاسی غلطی کی ہو مگر جان بوجھ کر، ہوسِ دنیوی یا لالچ سے نہیں کی، نہ ان لوگوں کو کسی کرسی کی تمنا تھی نہ جاہ و دولت کی۔ کسی کو نظریاتی اختلاف کی بنا پر گمراہ اور بے دین کہنا درست نہیں۔۔۔ اختلافات تو ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے نہ یہ لوگ ہندو کے زرخرید تھے نہ ہندو کا پیسہ کھاتے تھے۔ کھاتے کیسے، ان کی نگاہ میں پیسے کی کوئی وقعت ہی نہ تھی۔ یہ تو ہندو کے ساتھ مل کر انگریز کو نکالنا چاہتے تھے اور بس۔

جتنے بھی کانگریسی مولوی تھے سب ہندوؤں سے سخت نفرت کرتے تھے اور ہمیشہ اپنی نجی زندگی میں یہی کہا کرتے تھے کہ انگریز نکل جائے گا تو ہم ہندو سے لڑ کر ہندوستان لے لیں گے، ہندو ہمارا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ وہ مرغی کی ایک ٹانگ نہیں کھا سکتا تو ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ گو ہندوؤں کے بارے میں جو خیال انہوں نے قائم کر رکھا تھا وہ سراسر خود فریبی پر مبنی تھا۔

انہوں نے ہندو کی طاقت کا بالکل غلط اندازہ لگایا تھا۔ مولانا حسین احمد کو تو پانچ چھ سال تک میں نے بہت قریب سے دیکھا ہے۔ جس دکان سے ان کے ہاں آٹا دال آتا تھا وہ ہمیشہ اس کے مقروض رہتے تھے۔ اور ابوالکلام آزاد بھی بہت دفعہ مفلوک الحال رہے۔ اگر یہ لوگ بک سکتے تو انگریز ان کے سامنے سونے کے اتنے ڈھیر لگا دیتا کہ ہندو اس کا پاسنگ بھی نہ دے سکتا۔

ابوالکلام کی کتابوں کے دیکھنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص شرابی، زانی یا بے دین نہیں ہو سکتا۔ اپنے دل میں اسلام اور مسلمانوں کا درد رکھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح مسلمان، اقوامِ عالم کا سردار بن جائے۔

اس کی تمنا ہے کہ دین پھیل جائے اور دنیا پر اسلام کا غلبہ ہو جائے۔ موئے قلم سے وہ باتیں ٹپک ہی نہیں سکتیں جب تک کہ دل میں اسلام کا درد نہ ہو۔ الہلال کی جلدیں اس کی شاہد ہیں اور عبدالرزاق ملیح آبادی کی تحریریں بتاتی ہیں کہ ابوالکلام آزاد کون تھے اور کیسے تھے۔

ایچ۔ جی ویلز نے کہا تھا:

”اگر مجھے شیخ الازہر اور ابوالکلام آزاد سے نہ ملتا تو مشرق سے مایوس واپس جاتا۔“۔۔

دیکھنا یہ ہے کہ ان لوگوں نے مرے پیچھے کیا چھوڑا؟

ابوسلمان شاہجہانپوری

مولانا ابوالکلام آزاد

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کے بارے میں گذشتہ دنوں ایک ہندو مصنف کے حوالے سے کچھ ایسی باتیں شائع کی گئیں جو بدیہی طور پر ناقابلِ یقین تھیں۔ ابوسلمان شاہجہانپوری نے اس سلسلے میں ایک استفسار کنندہ کو مفصل معلومات فراہم کی ہیں ہم چونکہ مولانا آزاد پہ بہتان تراشی کا پر وقت نوٹس لے چکے ہیں اس لیے ابوسلمان شاہجہانپوری کی فراہم کردہ معلومات اختصار کے ساتھ درج کر رہے ہیں اور یہیں بحث کو ختم کرتے ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ شراب نوشی اسلام میں حرام ہے اور نہ صرف ایک عالم دین اور مسلمان بلکہ ایک عام انسان کے نقطہ نظر سے بھی یہ فعل مکروہ تر سمجھا جاتا ہے اس لیے یہ میرے، ان کے ہر ایک عقیدت مند اور ایک عام آدمی کے لیے بھی ایک تعجب کی چیز ہے اس پہ آپ ذرا روشنی ڈالیئے۔

ج :۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے بالکل بجا ہے کہ اسلام نے شراب کو حرام قرار دیا ہے اور اس بنا پر اگر کسی مسلمان پر لعن طعن کی جائے یا کسی عالم دین سے شکایت کی جائے اور اسے مورد الزام ٹھہرایا جائے تو بالکل بجا ہے لیکن اگر اسلام نے شراب حرام قرار دی ہے اور مسلمانوں کو شراب نہیں پینا چاہیئے تو پھر ایک شخص کو شراب نوشی کا الزام لگاتے ہوئے بھی یہ سوچنا چاہیئے کہ اسلام نے کسی پر بہتان طرازی کے سلسلے میں اور کسی کے بارے میں کوئی بات کہنے کے سلسلے میں بھی کوئی ذمہ داری عائد کی ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں اسلام کے احکام بہت صاف اور واضح ہیں۔ اسلام کی تعلیمات یہ ہیں کہ کسی شخص کے بارے میں کوئی بات بے بنیاد بات نہ کہی جائے کسی کے بارے میں افواہیں نہ پھیلائی جائیں ایک بات کسی کے بارے میں سن کر اسے دوسروں تک نہ پہنچایا جائے اور جہاں تک شہادت کا تعلق ہے تو اس کے احکام تو اور بھی زیادہ سخت ہیں کہ جب تک کوئی شخص کسی کو کوئی ایسا قبیح اور نازیبا فعل کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لے اور اس کے بعد اس کے اظہار کی کوئی شرعی مصلحت نہ ہو اس وقت تک اسے اپنی زبان سے وہ بات نہیں نکالنی چاہیئے۔ اس لیے اگر مولانا آزاد پہ یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ شراب نوشی کرتے تھے تو الزام لگانے والوں سے بھی یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ آیا ان کے پاس کونسی ایسی شہادت ہے کہ انہوں نے اس بات کا یقین کر لیا؟ جہاں تک میرا مطالعہ ہے میں نہیں سمجھتا کہ آج تک کوئی ایسی شرعی شہادت آئی ہو۔ مولانا آزاد پر تو یہ صرف الزام ہے لیکن جو لوگ یہ الزام لگاتے ہیں وہ تو ایک بہت بڑی غیر شرعی اور غیر اسلامی حرکت کا ارتکاب کر چکے ہیں اور اپنے دامن سیرت پر شرعی اصطلاح میں منافقت کا دھبہ لگوا چکے ہیں۔

س :۔ لیکن مولانا پر جو الزام عائد کیا گیا ہے آخر اس کا کوئی پس منظر تو ہوگا؟

ج :۔ بالکل اس کا ایک پس منظر ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک خاص دور میں برطانوی استعمار کے پٹھوؤں کی طرف سے علمائے حق کے خلاف جو بہت سی جھوٹی باتیں مشہور کی گئیں، افواہیں پھیلائی گئیں اور جو اتہام تراشیاں کیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ مولانا آزادؒ شراب نوشی کرتے تھے لیکن کوئی شرعی شہادت تو کجا تاریخی اعتبار سے بھی کوئی قابلِ اعتنا روایت موجود نہیں۔ جو کوئی شریف آدمی زبان پر لا سکے۔ میں بہت سے لوگوں سے واقف ہوں جو مولانا کی زندگی سے بہت قریب رہے ہیں۔ ایسے لوگ تھے جو مولانا کی زندگی میں بے تکلف آتے جاتے تھے جن کے لیے مولانا سے ملنے کے لیے وقت کے تعین کی کوئی ضرورت نہیں تھی جو ایک طرح سے مولانا کی زندگی کے رازدان تھے۔ شب و روز کے شریک اور ساتھی تھے لیکن انہوں نے کبھی اس قسم کی کوئی بات نہیں کہی، کبھی انہوں نے یہ نہیں کہا کہ مولانا میں اس قسم کی کوئی کمزوری ہے۔ اس لیے یہ کیسے یقین کر لیا جائے کہ جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس میں کوئی صداقت بھی ہے۔ پہلے بھی اس کا ایک خاص پس منظر تھا اور اب بھی بعض لوگوں کی مصلحتیں ہیں یا جماعتوں کے مفادات ہیں جن کی بنا پہ وہ اس قسم کی باتیں کرنے پہ مجبور ہیں۔

س :۔ ابھی آپ نے فرمایا کہ روایات ہیں۔ اگر ہیں تو کونسی ہیں اور کیا آپ نے ان روایات کا جائزہ لیا؟

ج :۔ یہ کئی روایات ہیں اور میرے علم کے مطابق ایک روایت تو نذر محمد خان۔ سی آئی ڈی کے ایک انسپکٹر کی ہے۔ اس نے یہ بیان کیا ہے کہ ۱۹۴۵ء میں جب کہ کیبنٹ مشن آیا ہوا تھا۔ شملے میں حالسٹرائٹ نے مولانا آزاد کے لیے اس کے ذریعے سے شراب کی بوتلیں بھیجی تھیں۔ یہ شخص مختلف سیاسی لیڈروں کی خبریں حاصل کرنے اور گورنمنٹ کو پہنچانے پر متعین تھا۔ دوسری روایت اس سلسلے میں انیس الرحمن نامی شخص کی ہے یہ وہ شخص ہے جو علی گڑھ اور دیوبند کو قریب لانے کی تحریک کے سلسلے میں سب سے پہلے دیوبند گیا۔ وہاں داخل ہوا۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کا قرب حاصل کیا۔ اعتماد پیدا کیا لیکن یہ شخص برابر حکومت کو اطلاعات پہنچاتا رہا اور اس وقت جب کہ مولانا عبید اللہ سندھی نے دہلی جا کر اپنا مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ قائم کیا تو وہاں یہ طالب علم کی حیثیت سے داخل ہوا اور یہی وہ شخص ہے کہ جب مولانا عبید اللہ سندھی کی تحریک ریشمی رومال ناکام ہوئی تو اس نے اس تحریک کے راز افشا کیے اور نہ صرف گواہی دی بلکہ مولانا عبید اللہ سندھی کے درس کے وہ نوٹس جو اس نے لئے تھے وہ بھی حکومت کو پیش کر دیئے۔ اس کے صلے میں سب سے پہلے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں پروفیسر بنا دیا گیا اس کے بعد سی آئی ڈی کے محکمے کو باقاعدہ اس کی خدمات منتقل کر دی گئیں۔ پاکستان بننے کے بعد یہ شخص پاکستان میں آیا اگرچہ وہ اس وقت ریٹائر ہو چکا تھا یہ شخص اسی قسم کی افواہیں پھیلاتا رہا۔ اس سلسلے میں ایک اور پولیس کے انسپکٹر کی روایت میرے علم میں آئی ہے۔ وہ یہ کہ پنڈت جواہر لال نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد گرفتار کر کے کسی جگہ لے جا رہے تھے کہ راستے میں گاڑی کو رکوایا گیا۔ قالین بچھا دیا گیا، پھر شراب نکالی گئی اور جواہر لعل نہرو اور مولانا آزاد شغل فرمانے لگے تو مولانا آزاد نے اس سے کہا، "آؤ میرے بھائی تم بھی شریک ہو جاؤ"۔ یہ تین روائتیں تو سی آئی ڈی کے انسپکٹروں کے بارے میں ہیں۔ یہ روایات جس درجے مستند ہو سکتی ہیں۔ آپ ان کا خود بھی اندازہ کر سکتے ہیں اگر سی آئی ڈی کے یہ انسپکٹر اس کے اہل ہیں کہ ان کی روایات کو قبول کر لیا جائے اگر یہ مستند ترین ماخذ سمجھے جاتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے یہ صرف اپنے سرکاری فرائض انجام دے رہے تھے۔ ان کے پیش نظر کوئی قومی اور ملی خدمت نہیں تھی۔ چنانچہ اسی سلسلے میں کانگریس میں جمعیت العلماء میں اور مسلم لیگ میں حتیٰ کہ مسلم لیگ نیشنل گارڈ میں بعض سرکاری سی آئی ڈی کے آفیسرز کے عہدے حاصل کر لیے اور سرکاری فرائض انجام دیتے رہے لیکن آج تک کوئی اہل علم یا کوئی شخص ایسا نہیں ملا جس نے سی آئی ڈی کی ان روایات پر اعتماد کیا

ہو۔ یہ ساری کوششیں صرف اپنے عیبوں پہ، اپنی کارگزاریوں پہ "اپنی ملت فروشیوں پر اور ملک اور قوم سے اپنی غداریوں پر پردہ ڈالنے کے لیے تھیں۔ پاکستان میں اب یہ رواج ہو گیا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کو گالیاں دیجئے۔ ان پر جو بھی چاہئے الزام لگا دیجئے، کیچڑ اچھالیے اور سرخرو ئی اور ایک مخصوص طبقے میں مقبولیت حاصل کیجئے۔

ایک روایت جوش ملیح آبادی صاحب کی ہے۔ انہوں نے تو یہاں تک فرمایا کہ مولانا آزاد اس معاملے میں بڑے کم ظرف واقع ہوئے تھے اور بہت تھوڑی سی پی کر دہکنے لگتے تھے اور تاثر یہ دیا ہے کہ گویا وہ مولانا کے شریک بزم رہ چکے ہیں اور ان کے ساتھ پینے پلانے کا شغل رہا ہے لیکن خود ان کی روایت کے مطابق صورت حال یہ ہے کہ ان حضرات کے لیے مولانا کی محفل میں بار پانے کا اور ایک ایسی بزم میں بار پانے کا سوال نہیں تھا۔ عام ملاقات کے لئے بھی یہ جاتے تو پہلے سے وقت مقرر کر لیتے اور اگر پہلے سے یہ وقت مقرر نہ کرتے تو انہیں گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا چنانچہ خود یہی انہوں نے ایک ایسے موقع پر جب کہ وہ کافی دیر تک انتظار کرتے رہے اور مولانا سے ملاقات کی کوئی سبیل نہیں نکلی تو ایک چٹ پہ یہ شعر لکھ کر مولانا کو بھجوا دیا۔

دل پہ طاری ہوا ہے مولانا

پھر کسی اور روز مولانا

اس سے اندازہ کیجئے کہ مولانا سے ان کے قرب کا کیا عالم ہو گا؟ جو مولانا کے عام اوقات میں بھی نہ جا سکتے تھے۔ وہ مولانا کی کسی ایسی بزم میں کیسے جا سکتے تھے۔؟

ایک اور روایت مجنوں گورکھپوری کی ہے۔ مجنوں گورکھپوری کی زندگی ان کے عقائد اور افکار کا جہاں تک تعلق ہے وہ ہمارے سامنے ہے اور بہتر تو یہی ہے کہ ان کے بارے میں کچھ نہ کہا جائے اور صرف یہ دعا کرنی چاہیئے کہ دامن یار خدا ڈھانپ لے پردہ تیرا۔

ایک روایت قاضی عبدالودود صاحب سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ صاحب چند سال ہوئے یہاں تشریف لائے تھے انہوں نے گوہر افشانی فرمائی۔ یہ صاحب بھی بہت بڑے شرابی ہیں اور خود اپنی خود نوشت کے مطابق خدا اور رسول پر ایمان نہیں رکھتے۔ نہ کسی مذہب پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

آپ کو سن کر تعجب ہو گا کہ ایک روایت آغا شورش کاشمیری سے منسوب کی گئی ہے۔ صادق آباد کے ایک بزرگ کا کہنا یہ ہے کہ شورش کاشمیری نے ان سے خود اس بات کا اعتراف کیا کہ مولانا آزاد شراب پیتے تھے۔ شورش کاشمیری سے میں بھی واقف رہا ہوں۔ میرا ان سے نیازمندانہ تعلق رہا ہے۔ اور ان سے تعلق کی بڑی بنیاد انہی علمائے حق سے وابستگی تھی۔ میں نے ان کے سینکڑوں مضامین اور ان کی کتابیں پڑھی ہیں اور گھنٹوں ان کے خیالات سے استفادہ کیا ہے اور مولانا آزاد ان کے اور میرے درمیان ایک خاص موضوع رہا کرتے تھے۔ مولانا آزاد کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں ان کی سیرت کے محاسن کے بارے میں ان کے علم و فضل اور محامد کے بارے میں گفت گو ہوتی رہی لیکن شورش مرحوم نے کبھی یہ بات مجھے نہیں بتائی۔ کبھی اپنی کسی تحریر میں بیان نہیں کیا کبھی اپنے کسی نیازمند سے یہ بات نہیں کی۔ لیکن اب جب کہ شورش کاشمیری کا انتقال ہو چکا ہے تو میر صاحب فرماتے ہیں کہ شورش کاشمیری نے اعتراف کیا تھا اب شورش کاشمیری کے بارے میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ میرے علم میں یہ بات نہیں۔ ان کی کسی تحریر میں یہ بات نہیں۔ اب صرف یہی چیز رہ جاتی ہے کہ ان کے جانشین اور ان کے صاحبزادے مسعود شورش سے اس بات کو دریافت کر لیا جائے کہ شائد انہوں نے اپنی اولاد اور اپنے جانشین کو یہ بات بتائی ہو۔ بہرحال اس سے قطع نظر کہ یہ بات ایک سید کے مقام سے فروتر ہے۔ مخالفین اور معاندین کے موقف کو اس سے تقویت نہیں پہنچتی۔

شورش کاشمیری سے تعلق رکھنے والے اور بھی کئی دوسرے حضرات ہیں جو شورش کاشمیری کے بھی رازدان ہیں اور مولانا آزاد سے بھی واقف ہیں۔ ان سے دریافت کر لیا جائے کہ شورش کاشمیری نے ایسی بات کہی تھی بہرحال میں اپنی معلومات کی حد تک تو اس بات کی تردید کرتا ہوں کہ شورش نے اس قسم کی کوئی بات کہی ہو گی۔ میرا خیال یہ ہے کہ میر صاحب کو اس سلسلے میں غلط فہمی ہوئی۔

اب جو یہ نئی روایات آئی ہیں اور ایم او متھائی کے ذریعے سے عام ہوئی ہیں۔ جہاں تک ان کا تعلق ہے تو اس کتاب کو میں نے دیکھا ہے۔ اس میں بھی کسی شرعی شہادت کا تو سوال ہی نہیں۔ کوئی چشم دید شہادت بھی موجود نہیں ہے۔ اس نے وہ ساری روایات قلم بند کر دی ہیں جو مولانا آزاد کے مخالفین نے اور کانگریس کے اس گروہ نے پھیلائی تھیں جو پنڈت جواہر لال نہرو اور مولانا آزاد کا مخالف تھا۔ سب سے بڑی اور اس کے نزدیک مستند روایت کرشنا مینن کی ہے اور کہا گیا ہے کہ کرشنا مینن سے مولانا آزاد ناراض ہی اس وجہ سے ہو گئے تھے کہ اس نے مولانا کے سفر یورپ کے موقع پر ان کے شغل شبانہ کا بندوبست نہیں کیا تھا۔ اس کا راوی وہی متھائی ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ اس نے یہ بات کہی ہے تو اس بات کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے اسی کتاب میں کرشنا مینن کے بارے میں بھی یہ بات کہی گئی ہے کہ وہ ذہنی مریض تھا۔ وہ منشیات کا عادی تھا اور اس کو جو خطابات دیئے گئے ہیں ان میں ایک خطاب "بھارتی راسپوٹین" کا خطاب بھی تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلمان تو درکنار سنجیدہ شخص اس کے بیان پر توجہ بھی فرمائیں گے لیکن بات یہاں ختم نہیں ہو جاتی۔ ایک بات یہ ہے کہ اس کا اور مولانا آزاد کا ٹکراؤ رہا ہے۔ مولانا آزاد کی رائے اس کے بارے میں خراب تھی۔ وہ مولانا آزاد کا مخالف تھا۔ پنڈت جواہر لال نہرو اسے اپنی کابینہ میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ مولانا آزاد اس کے مخالف تھے۔ مولانا آزاد نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر اس کو شامل کیا جائے گا تو میں استعفیٰ دے دوں گا۔ یہ بھی اسی کی روایت ہے۔ لیکن اس کو شامل کیا گیا اور تھوڑے ہی عرصہ بعد اس کے خلاف الزامات کی اتنی بڑی فہرست ہو گئی کہ پنڈت جی کو اس کا استعفیٰ لینے پر مجبور ہو جانا پڑا۔ اور اس کو کابینہ سے نکالنا پڑا۔ اور اس طریقے سے جن حقائق اور واقعات کی بنا پر مولانا آزاد نے کابینہ میں اس کی شمولیت کی مخالفت کی تھی وہ تمام کے تمام درست ثابت ہوئے۔ کرشنا مینن کے متعلق مولانا کی رائے کوئی ڈھکی چھپی اور راز کی بات نہ تھی مولانا آزاد نے کھل کر اس کی مخالفت کی تھی اور اس نے بھی مولانا کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ پس ایسی صورت میں کہ وہ ذہنی مریض بھی تھا۔ منشیات کا عادی بھی تھا۔ اخلاقی حالت بھی اچھی نہ تھی۔ مولانا آزاد کا مخالف بھی تھا۔ ان کے بارے میں اس کی رائے کے وزن کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

یہ راویات ہیں اور یہ ان کا پس منظر ہے۔ اور میں

باقی صفحہ ۲۰ پر



الطاف حسین، بی۔ اے۔ ایل ایل بی

صوبہ سرحد میں علیحدگی پسندوں کا کوئی وجود نہیں

آئندہ الیکشن میں پی این اے صوبہ سرحد میں بھاری اکثریت حاصل کریگا!

جمعیت علمائے اسلام صوبہ سرحد کے امیر اور پاکستان قومی اتحاد کے صوبائی صدر الحاج سید مولانا ایوب جان بنوری سے صوبہ سرحد کی موجودہ صورت حال پر اہم انٹرویو

مولانا ایوب جان بنوری جمعیت علماء اسلام صوبہ سرحد کے امیر اور پی این اے صوبہ سرحد کے صدر ہیں۔

آپ علم و آگہی، تصوف و پرہیزگاری میں یکتا، سادات خاندان کی بنوری شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے کزن حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے نامور اسلامی اسکالر گزرے ہیں۔ گزشتہ سال جب آپ کا انتقال ہوا تو علمی حلقوں میں کہرام مچ گیا تھا۔

مولانا سید ایوب جان بنوری ۲۱ رمضان ۱۳۳۰ ہجری بمطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۱۲ء پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید فضل خالق گو تاجر پیشہ تھے لیکن علماء کرام کی صحبت و تعلق میں اپنے علاقہ میں ان کے پلے کے بہت کم لوگ نظر آتے تھے یہی وجہ ہے کہ برصغیر کے جتنے بھی نامور علماء صوبہ سرحد خصوصاً پشاور تشریف لاتے تو ان کا قیام آپ ہی کی رہائش گاہ پر ہوتا تھا۔

عربی، فارسی سے آپ خصوصی لگاؤ رکھتے تھے اور دیوان حافظ کی باریکیوں پر آپکو دسترس حاصل تھی۔ آپ کی اسلام دوستی اور اکابرین دیوبند و جمعیت علمائے ہند کی شرف میزبانی نے انہیں اپنے ہونہار صاحبزادے ایوب جان بنوری کو دارالعلوم دیوبند علوم اسلامیہ کی تکمیل کے لیے بھیجنے میں مہمیز کا کام دیا۔

میں گزشتہ دنوں پشاور دورہ پر گیا، تو مولانا ایوب جان بنوری سے انٹرویو کی ٹھانی۔ میں رات کو جب جمعیت علمائے اسلام کے ساتھیوں جناب ارشاد احمد اور محمد فضل کے ہمراہ آپ کی رہائش گاہ پر پہنچا تو آپ گھر پر ہی موجود تھے، بڑے پرتپاک طریقے سے ملے اور میرے ساتھ آئے ہوئے ساتھیوں کو بھی کھانا کھانے کے بعد جانے کی اجازت دی۔

جب گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا تو میں نے اپنا مدعا بھی بیان کیا۔ جمعیت کے اکثر بزرگوں کی طرح بنوری صاحب نے بھی انٹرویو سے ہچکچاہٹ کا اظہار کیا۔ خیر دوسری صبح تک سوال و جواب کا سلسلہ معرض التواء میں ڈال دیا گیا۔

دوسرے دن نماز فجر کے بعد مولانا بنوری کے ساتھ چائے کا دور چلا۔ میرے ساتھ میرے کزن خالد رشید بھی تھے جو مولانا کے مشفقانہ رویہ اور مہمان نوازی سے خاصے متاثر نظر آ رہے تھے۔

میں باتوں باتوں میں اپنا پروگرام شروع کر چکا تھا اور مولانا میرے اس سوال کے جواب میں کہ "آپ نے اپنی تعلیم کے مراحل کہاں کہاں سے مکمل کیے" فرما رہے تھے کہ:

"عزیزم! میرے والد گرامی نے میری تعلیم پر خاص توجہ فرمائی۔ سکول و مدرسہ کے علاوہ خاص اساتذہ کا مجھے پڑھانے کا اہتمام کیا، اور یہ دونوں مرحلے درس نظامی تک میں نے پشاور ہی میں مکمل کیے۔ ۱۹۳۰ء میں تعلیم کی تکمیل کے لیے دارالعلوم دیوبند پہنچا۔ ۱۹۳۳ء تک برصغیر کی مشہور و معروف اسلامی درس گاہ میں اپنے وقت کے نامور اساتذہ سے پڑھنے کا موقع ملا۔ اسی سال پشاور واپس آکر اہل علاقہ کی خدمت کے جذبہ کی وجہ سے مدرسہ رفیع الاسلام پشاور میں بلا معاوضہ درس و تدریس میں مشغول ہو گیا۔ بعد ازاں میں نے اپنی رہائش گاہ پر صبح سے ظہر تک مختلف کتابیں پڑھانے کا اہتمام کیا جس میں دور دراز کے مختلف علاقوں کے تشنگان علوم اسلامیہ شرکت فرمانے لگے اور یہ سلسلہ کافی عرصہ یہ امن

چلتا رہا، لیکن قیام پاکستان کے بعد مستقل درسگاہ کی بنیاد رکھی، جو اب دارالعلوم سرحد کے نام سے اچھا خاصا متعارف ہے۔ میں اس میں عرصہ تیس سال سے شیخ الحدیث اور مہتمم کے فرائض سرانجام دے رہا ہوں اور اب تک تقریباً تیس دفعہ دورہ حدیث میں بخاری شریف پڑھا چکا ہوں۔

سوال: حضرت آپ نے دینی خدمات کے ساتھ ساتھ سیاسی میدان میں کام کیا ہے لیکن عملی طور پر آپ نے سیاست میں کب حصہ لیا۔

جواب: دراصل میرا پروگرام تو یہ تھا کہ میں صرف علوم اسلامیہ کی درس و تدریس کا شعبہ سنبھالے رکھوں، لیکن جب میں نے یہ محسوس کیا کہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ بہ یک وقت دونوں محاذوں پر کام کیا جائے تو میں نے عملی طور پر سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔

۱۹۳۵ء میں مجھے جمعیت علمائے ہند صوبہ سرحد کا ناظم اعلیٰ بنا دیا گیا اور یہ ذمہ داریاں میں نے سات سال تک نبھائیں۔ اس وقت تک مولانا گل بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تعلیم مکمل نہ کر پائے تھے لیکن جب میرے دوسرے ساتھی میری ان ذمہ داریوں کو سنبھالنے پر آمادہ ہو گئے تو میں نے ۱۹۴۲ء کے قریب اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا، تاکہ میں زیادہ سے زیادہ وقت تدریس پر دے سکوں۔ میرا یہ قدم صرف مصروفیت ہی کی وجہ سے تھا، لیکن جمعیت کے صوبائی اور مرکزی شوریٰ کا بدستور رکن رہا۔

سوال: لیکن اب پھر آپ جمعیت علماء اسلام صوبہ سرحد کے امیر ہیں، یہ عہدہ آپ نے کیوں اور کب سنبھالا؟

جواب: ۱۹۷۱ء میں جب ہمارے صوبائی امیر مولانا گل بادشاہ کا انتقال ہوا تو ذمہ داریوں کا بوجھ میرے ناتواں کندھوں پر آن پڑا۔ اس کے لیے بزرگوں اور ساتھیوں نے ترغیب دی۔ میں نے اپنی تمام توانائیوں کو مجتمع کر کے اس سے عہدہ برآ ہونے کی ٹھانی اور اپنی حتی الوسع کوششوں سے اسے نبھا رہا ہوں۔

سوال: مولانا، اس کے علاوہ بھی آپ نے کن کن عہدوں پر کام کیا۔ اب تک کن اہم تحریکوں میں کام کیا ہے؟

جواب: جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے کہ میں قیام پاکستان سے قبل سات سال تک جمعیت کا صوبائی ناظم اعلیٰ رہا۔ اس وقت ہم نے انگریزی سامراج کے خلاف جنگ آزادی لڑی۔ بعد ازاں جمعیت علماء اسلام کے صوبائی و مرکزی شوریٰ کے ممبر کی حیثیت سے صوبہ میں اپنا رول ادا کرتا رہا ہوں۔

۱۹۷۱ء کے بعد پھر مجھ پر انتہائی اہم ذمہ داریاں آن پڑیں۔ امیر جمعیت صوبہ سرحد، صدر متحدہ محاذ صوبہ سرحد کی حیثیت سے بھٹو جیسے ظالم و فاجر حکمران کے خلاف کلمۂ حق بلند کیے رکھا۔

۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت میں مجلس عمل صوبہ سرحد کی صدارت بھی میرے حصہ میں آئی اور ہم نے انگریزی سامراج کی پروردہ امت کو کافر قرار دلوانے میں صوبہ میں اپنا کردار ادا کیا۔

آخر میں پاکستان قومی اتحاد کے صوبائی صدر کی حیثیت میں بھٹو ایسے فاسق و فاجر حکمران کو نام نہاد مضبوط کرسی سے اتارنے میں منظم تاریخی تحریک چلائی۔ اور خدا کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھ جیسے انسان کو عزم و استقامت سے ہر کڑے اور مشکل دور میں سرخرو فرمایا۔

سوال: جمعیت علماء اسلام کی صوبہ سرحد میں تنظیمی صورت حال کیسی ہے؟

جواب: الحمد للہ، صوبہ سرحد میں دیہات سے لے کر ضلع تک ہر سطح پر جمعیت کی تنظیم موجود ہے۔ ۱۹۷۰ء کے بعد سے تو ہم نے صوبہ کے ان علاقوں میں بھی اپنی تنظیم کو فعال و مستعد بنایا ہے جہاں پہلے کچھ کمزور تھی خصوصاً کوہستان اور سوات میں پہلے سے ہماری تنظیم مضبوط و منظم ہوئی ہے۔

سوال: کیا جمعیت علمائے اسلام کی پوزیشن ۱۹۷۰ء کے الیکشن سے بہتر ہے اور مذکورہ الیکشن میں جمعیت خاطر خواہ کامیابی کیوں حاصل نہ کر سکی، اور خصوصاً صوبائی سطح پر تو صورت حال خاصی تشویشناک تھی؟

جواب: آج کل ہم اپنی پوزیشن بھی قومی اتحاد ہی کے واسطہ سے دیکھتے ہیں لیکن یہ حقیقت سب پر آشکارا ہو چکی ہے کہ انفرادی نقطۂ نظر سے جمعیت صوبہ سرحد میں سر فہرست ہے۔ بھٹو کے دھاندلی شدہ الیکشن میں قومی اتحاد نے جمعیت کو جتنی نشستیں ہمارے صوبہ میں دی تھیں ہم نے وہ تمام جیت لیں، اور یہ شرف کسی اور جماعت کو حاصل نہ ہو سکا۔ حتیٰ کہ این ڈی پی بھی اپنے کوٹہ کی نصف نشستیں جیت سکی۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں ہم نے بالکل بے سروسامانی کی حالت میں حصہ لیا اور ہمارے مدمقابل روپیہ پیسہ پانی کی طرح بہا رہے تھے۔ پھر بھی ہم نے خاطر خواہ مرکزی نشستیں حاصل کیں۔

رہا یہ سوال کہ ہم صوبائی سیٹیں مرکزی سیٹوں کے (RATIO) سے کیوں نہ جیت سکے تو ہمارے مخالفوں نے عوام میں یہ پروپیگنڈہ کیا کہ مرکز میں تو اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے علماء کی ضرورت ہوتی ہے لیکن صوبائی مسئلہ تو آپ کے مسائل سے متعلق ہے۔ لیکن سب سے پریشان کن بات یہ ہے کہ کالعدم نیپ اور ہم نے ایک معاہدہ کیا تھا کہ خواتین کے ووٹ فریقین کاسٹ (CAST) نہیں کرائیں گے، لیکن نیپ نے آخری وقت میں عہد شکنی کی، اور اس طرح ہمیں کئی سیٹوں سے ہاتھ دھونے پڑے، لیکن اب ہم ہر طرح سے تیار ہیں اور وقت بتائے گا کہ اکثریت کس کے ساتھ ہے؟

سوال: این۔ ڈی۔ پی کی علیحدگی سے آپ کو پریشانی لاحق ہوئی ہے، کیا ان سے اب بھی کسی سمجھوتہ کی توقع کی جا سکتی ہے؟

جواب: الطاف صاحب! این۔ ڈی۔ پی کی علیحدگی سے ہمیں پریشانی تو نہیں ہوئی لیکن افسوس ضرور ہوا ہے کہ ہم نے ان لوگوں کا بُرے وقت میں ساتھ دیا لیکن ان لوگوں نے علیحدگی کے وقت اتنی جلد بازی کی، لیکن اب تو سمجھوتہ پی۔ این۔ اے میں انہی کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے۔ ہم لوگ انفرادی اور صوبائی سطح پر کسی قسم کا کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔

سوال: این۔ ڈی۔ پی کا اتحاد سے علیحدگی کا نقصان کس فریق کو زیادہ ہوا؟ کیا واقعی صوبہ سرحد میں بہت سے لوگ اس جماعت سے علیحدہ ہو رہے ہیں؟

جواب: یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پی۔ این۔ اے ہی کی تحریک کی بدولت این۔ ڈی۔ پی کے لیڈروں کو نئی زندگی ملی اور ان لوگوں کا علیحدگی کا فوری فیصلہ اتحاد سے

بے وفائی ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ دوسرا انہوں نے خود اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے کہ ان کی جماعت مرکزی سطح سے یک دم محدود حیثیت میں لوٹ آئی اور باشعور لوگ ان کے اس فیصلہ سے کافی نالاں ہیں کیونکہ جمعیت علمائے اسلام نے ان کے لیے جو قربانیاں دی تھیں انہوں نے ان کا پاس بھی نہیں کیا، لیکن یہ بات ہمارے لیے مفید ثابت ہوئی ہے کہ ان کے ساتھیوں کی کثیر تعداد ہماری طرف لوٹ رہی ہے کہ زیادتی ان کی طرف سے ہوئی ہے اور جب مولانا مفتی محمود مدظلہ صحت یابی کے بعد صوبہ سرحد کا دورہ کریں گے تو لوگوں کی شمولیت ان لوگوں کی آنکھیں کھول دیگی۔

سوال: آپ این۔ ڈی۔ پی کی قومی اتحاد سے علیحدگی کی فوری وجہ کیا سمجھتے ہیں۔ کیا اس میں ولی خان اور بیگم ولی خان کا بھی ہاتھ تھا؟

جواب: دراصل این۔ ڈی۔ پی میں ایک ایسا عنصر ہے جو کہ ملک میں سیکولر نظام کا حامی ہے اور اس سلسلے میں صوبہ سرحد کے این ڈی پی کے صدر عبدالخالق اور اس کے نام نہاد انقلابی ساتھیوں نے اپنی جماعت کو فوری علیحدگی کی ترغیب دی۔

دوسری طرف پاکستان قومی اتحاد ملک میں نظامِ مصطفےٰ کے قیام کے لیے کوشاں ہے۔ بنیادی وجہ تو یہ ہی تھی لیکن بہانہ یہ بنایا کہ اتحاد نے حکومت میں شمولیت کی ہے۔ ہم لوگ اس وجہ سے الگ ہوئے ہیں۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ فوجی حکومت کو تعاون کا سب سے زیادہ یقین تو ولی خان اور اس کے دیرینہ ساتھی دلاتے رہے۔ اب تو این ڈی پی کی مرکزی قیادت بھی نظامِ اسلام کے نفاذ کے کھلم کھلا بیانات داغ رہے ہیں۔

باقی رہا کہ ولی خان اور بیگم نسیم ولی خان سے علیحدگی کے فیصلہ میں شریک تھے یا نہیں، تو میں یہ کہتا ہوں کہ سب کچھ ان کے مشورہ ہی سے ہُوا ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی ان کا دانش مندانہ اقدام نہیں ہے اور اپنے ہی دیرینہ ساتھیوں کے متعلق اس قسم کے سطحی بیانات دینا کہاں کی ہوشمندی ہے؟

سوال: بنوری صاحب کیا آئندہ الیکشن میں قومی اتحاد صوبہ سرحد میں واضح کامیابی حاصل کر سکے گا؟

جواب: انشاءاللہ ہم آئندہ الیکشن میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہوں گے اور صوبائی حکومت قومی اتحاد ہی کی قائم ہوگی۔

این۔ ڈی۔ پی صرف چارسدہ، مردان اور پشاور کے کچھ حلقوں میں مقابلہ کی سکت رکھتی ہے اور اس کے علاوہ ہماری مدِ مقابل کوئی جماعت نہیں ہے۔

سوال: کیا آپ کے صوبہ میں جمعیت علماء پاکستان کا بھی وجود ہے؟

جواب: صوبہ سرحد میں اس جماعت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ لوگ صرف شرارت کرنا جانتے ہیں اور ان کی کوشش ہے کہ اس صوبہ میں بھی فرقہ واریت کے بیج بو دیئے جائیں، لیکن انہیں انشاءاللہ اس سلسلہ میں مکمل ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا اور آئندہ الیکشن میں یہ لوگ ایک بھی سیٹ حاصل نہ کر سکیں گے۔

سوال: پیپلز پارٹی کی یہاں کیا پوزیشن ہے۔ کیا حالیہ گڑبڑ میں یہ جماعت اس صوبہ میں بھی ہنگامہ آرائی میں کامیاب ہوئی۔ کیا آپ پیپلز پارٹی پر پابندی سے متفق ہیں؟

جواب: پیپلز پارٹی صوبہ سرحد میں کافی دیر پہلے اپنی سیاسی موت مر چکی ہے اور بھٹو کے وہ ساتھی جو اس کے دَور میں اسے ہر قسم کی قربانی کا یقین دلاتے تھے آج یا تو روپوش ہیں یا پھر اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جماعت اپنی حالیہ گڑبڑ کا سایہ اس صوبہ پر نہ ڈال سکی اور کسی جگہ بھی خود سوزی یا جلوس و احتجاج کی صورت پیدا نہ ہو سکی۔ لیکن اس کے باوجود میں اس بات کے خلاف ہوں کہ پیپلز پارٹی پر پابندی لگا دی جائے۔ بلکہ ان کو تو ہم ایسی سیاسی موت ماریں گے کہ پھر ان کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ لیکن حالیہ حکومت کو پیپلز پارٹی کے ان لوگوں کا مواخذہ کرنا چاہیئے جو غلط ہتھکنڈوں سے کروڑوں روپیہ دبائے بیٹھے ہیں اور وہ اس کالے دھن سے اب بھی بھٹو ہی کے لیے خرچ کر رہے ہیں۔ ان کی یہ تو کوئی سزا نہیں کہ انہیں سات سال کے لیے نااہل قرار دے دیا جائے۔ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ آپ ان سالوں میں آرام و سکون سے ان پیسوں سے عیاشی کریں۔ حکومت کو اس سلسلہ میں فوری توجہ دینی چاہیئے۔

سوال: آپ اس صوبہ کا نام پختونستان رکھ دیئے جانے کے حق میں ہیں۔ کیا آپ کے صوبہ میں علیحدگی پسند عنصر پایا جاتا ہے۔

جواب: اگر صوبہ سرحد کا مناسب وقت پر مناسب نام رکھ دیا جاتا تو بہتر تھا۔ لیکن اب تو پختونستان کی ولی خان بھی بات نہیں کرتا۔ اس لیے ہم کو اس نام کے بغیر کوئی تکلیف نہیں۔ اب تو پختونستان کی بات کوئی کرتا ہے کیونکہ اجمل خٹک افغانستان میں بیٹھا ہے۔ لیکن میں آپ کو یہ بات یقین سے کہتا ہوں کہ یہاں پر علیحدگی پسندوں کا کوئی وجود نہیں۔ ہمارے صوبہ کے لوگ محبِ وطن اور پکے مسلمان ہیں اور کسی قسم کے بیرونی نظریات کے سختی سے مخالف ہیں اور ہم نہ ہی کسی شخص اور ملک کو بھی اس قسم کی بات کرنے کی اجازت دیں گے۔

سوال: کیا آپ مرکزی کابینہ کی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور کیا آپ بھی صوبائی حکومتوں کی فوری تشکیل کے حامی ہیں؟

جواب: پاکستان قومی اتحاد کے نامزد مرکزی وزراء انتہائی محنت اور جانفشانی سے کام کر رہے ہیں۔ ہم لوگ ان کے کام سے مطمئن ہیں لیکن جب تک صوبائی حکومتوں کا قیام عمل میں نہیں آتا اس وقت تک ان وفاقی وزراء کی پوزیشن بھی مستحکم نہیں ہو سکتی۔ ہم صدر صاحب سے جلد از جلد صوبائی حکومتوں کی تشکیل کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تاکہ عوام کے مسائل و مشکلات کا فوری تدارک ہو سکے۔"

بنوری صاحب کی رہائش گاہ پر آتے ہوئے ملاقاتیوں میں اضافہ ہوتا دیکھ کر میں نے اپنا آخری سوال پوچھنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے علاوہ بنوری صاحب کو اپنے صاحبزادے کی عیادت کے لیے ہسپتال جانا تھا جہاں پر آپ کے بڑے صاحبزادے خالد صاحب زیرِ علاج تھے۔

سوال: مولانا یہ فرمایئے کہ آپ کے صوبہ کے فوری حل طلب مسائل کیا ہیں؟

جواب: ویسے تو ملکی مسائل سے ہم اپنے

یادِ رفتگان

ایک شخصیّت ، ایک ادارہ ، ایک انجمن

حاجی اللہ دتہ بٹ

از قلم : ابو عمار زاہد الراشدی

بلوچستان اور سندھ کے پندرہ روزہ تنظیمی دورہ سے گذشتہ روز واپس پہنچا تو معلوم ہوا کہ گکھڑ کی ہر دلعزیز شخصیت، جمعیۃ علماء اسلام گکھڑ کے امیر، انجمن اسلامیہ گکھڑ کے صدر اور بٹ دری فیکٹری کے مالک حاجی اللہ دتا بٹ طویل علالت کے بعد گذشتہ دنوں کمبائنڈ ملٹری ہسپتال گوجرانوالہ کینٹ میں انتقال کر گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم کافی عرصہ سے صاحبِ فراش تھے ان کی علالت کے دوران تین چار مرتبہ ان کی خدمت میں حاضری کا موقعہ ملا ان کی عمر اور علالت کے پیشِ نظر کافی دنوں سے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ چراغِ سحری ہیں چنانچہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور اپنے پیچھے کم و بیش ۷۳ سالہ عمر کی ایسی حسین، دلنواز اور خوشگوار یادیں چھوڑ گئے جو رہتی دنیا تک اہل گکھڑ کے لئے مشعلِ راہ کا کام دیں گی۔

حاجی صاحب دیکھنے میں ایک سیدھے سادے سے آدمی دکھائی دیتے تھے مگر انہوں نے زمانہ میں بے شمار انقلابات دیکھے انہوں نے عسر اور یسر کے دنوں دور دیکھے ان کے سامنے سیاست بدلی، معاشرت نے نیا روپ دھارا، اخلاقی اقدار بدلیں اور پرانی روایات ایک ایک کر کے دم توڑتی چلی گئیں مگر کیا مجال کہ کبھی ایک تبدیلی نے بھی حاجی صاحب کے مزاج، کردار، طرز زندگی اور عقیدہ و یقین کو متاثر کیا ہو ان کے لئے ایسے ہی تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں اور انہوں نے اگلے وقتوں کی مشرقی اور اسلامی روایات کو آخر دم تک اس شان کے ساتھ اپنے سینے سے لگائے رکھا کہ ان کے بڑھاپے پر ہزاروں جوانیاں نچھاور کر دینے کو جی چاہتا ہے۔

مجلس احرار اسلام۔

جب اس خطۂ زمین میں فرنگی اقتدار کا سورج نصف النہار پر تھا اور پنجاب کو فرنگی سامراج کا بازوئے شمشیر زن کہا جاتا تھا جہاں کسی کو فرنگی اقتدار کے خلاف سرگرمیاں کرنے کی اجازت بھی نہیں تھی کچھ دیوانوں نے یہاں اس دور میں بھی دنیا کی اس سب سے بڑی سامراجی قوت کو للکارا اور حریت و استقلال کا ایسا جادو جگایا کہ دیکھتے ہی دیکھتے پورا پنجاب سرخ پرچم اٹھائے اور سرخ وردیاں پہنے فرنگی حکمرانوں کے خلاف صف آرا ہو گیا خدا کی رحمت کی بارش برسائے چوہدری افضل حق، امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری رح، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ان کے رفقاء کی قبروں پر کہ جس پنجاب میں کانگریس، مسلم لیگ اور جمعیۃ علماء ہند جیسی ملک گیر سیاسی قوتیں قدم نہ جما سکیں دیوانوں اور قلندروں کے اس قافلے نے وہاں آزادی کی شمع روشن کی، پنجاب کے غیور مسلمانوں کو برصغیر ہند کے حریت پسندوں کی اگلی صف میں لا کھڑا کیا اور مجلس احرار اسلام کو پنجاب کی سب سے بڑی سیاسی قوت کی حیثیت بخشی۔

کشمیر چلو تحریک۔

حاجی اللہ دتا بٹ مرحوم کا تعلق بھی اسی قافلہ سے ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے گکھڑ میں مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی اور اسے پروان چڑھایا احرار کی کشمیر چلو تحریک برصغیر کی چند یادگار تحریکوں میں سے ہے جس میں ۳۰ ہزار سے زائد احرار کارکنوں نے ڈوگرہ سامراج کے مظالم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے خود گرفتاری کے لئے پیش کیا اور بالآخر وائسرائے ہند کو خود صلح کے لئے جھکنا پڑا گکھڑ اور گردو نواح کے مسلمانوں نے بھی اس تحریک میں سرگرم حصہ لیا اور پرانے لوگ بتاتے ہیں کہ حاجی اللہ دتہ بٹ مرحوم کا گھر اس تحریک کا علاقائی مرکز تھا جہاں سے رضاکاروں کو کپڑے سرخ رنگ میں رنگ کے دیئے جاتے تھے اور گرفتاری کے لئے رخصت کیا جاتا تھا۔

انجمن اسلامیہ۔

یہ حاجی اللہ دتہ بٹ مرحوم اور ان کے چند احراری ساتھی ہی تھے جن کی تحریک پر حضرت محترم شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی نے سنہ ۴۳ء میں گکھڑ کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض سنبھالے ان حضرات نے مسجد اور اس کے ساتھ مدرسہ کا نظام چلانے کے لئے انجمن اسلامیہ گکھڑ کی بنیاد رکھی اور اللہ تعالیٰ نے انجمن اسلامیہ کے ارکان کے خلوص اور محنت کو اس طرح بار آور کیا کہ اس انجمن کے تحت آج گکھڑ میں ——

—— ○ حفظ قرآن کریم کے پون درجن سے زیادہ مدارس ہیں جن میں ایک درجن کے قریب اساتذہ قرآن کریم کی تعلیمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

—— ○ تجوید کا ایک مدرسہ سنہ ۶۵ء سے کام کر رہا ہے جس سے اب تک سوا سو سے زائد قراء کرام فارغ التحصیل ہو کر ملک کے مختلف حصوں میں تعلیمی کام کر رہا ہے۔

—— ○ ایک اشاعتی ادارہ حضرت والدِ محترم مدظلہٗ کی تصانیف کی طباعت و اشاعت کا کام چلا رہا ہے جس کی آمدنی اور خرچ تمام تر انجمن کے لئے وقف ہے۔

صنعت دری سازی۔

گکھڑ دری سازی کی صنعت کا ایک اہم مرکز ہے پرانے لوگ بتاتے ہیں کہ کسی زمانے میں اس صنعت پر ایک ہندو لالہ دیوان چند کی اجارہ داری تھی جس نے ریلوے اسٹیشن کے قریب فیکٹری قائم کر رکھی مسلمانوں کے ہاں گھروں میں اکا دکا کھڈیاں تھیں مگر باقاعدہ صنعت کے طور پر اس ہندو کے سامنے آنے کی کسی میں ہمت نہیں تھی سنہ ۱۹۳۳ء میں حاجی اللہ دتہ بٹ مرحوم نے گکھڑ کی ایک محترم شخصیت اور مجلس احرار اسلام اور انجمن اسلامیہ کے سرگرم رکن ماسٹر کرم دین مرحوم کے اشتراک سے بٹ دری فیکٹری کی بنیاد رکھی جو اس صنعت میں مسلمانوں کا پہلا ادارہ تھا اور پھر بٹ دری فیکٹری نے لالہ دیوان چند کی فیکٹری کا کاروباری مقابلہ اس طرح کیا کہ مسلمانوں کے لئے اس صنعت میں آگے بڑھنے کے راستے کھل گئے۔

مذہبی جذبہ۔

حاجی صاحب مرحوم انتہائی مخیر بزرگ تھے جو نہ صرف مسجد، مدرسہ اور نادار لوگوں پر دل کھول کر خرچ کرتے

محمد ادریس ہوشیارپوری

کُل جماعتی

گول میز کانفرنس

کی ضرورت و اہمیت

حال ہی میں اخبارات کی وساطت سے پتہ چلا ہے کہ گورنمنٹ نومبر کے اواخر یا دسمبر کے اوائل میں سیاسی لیڈروں پر مشتمل گول میز کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کر رہی ہے جس میں ملک کو درپیش مسائل کا جائزہ لیا جائے گا اور اس کے لیے کوئی متفقہ لائحۂ عمل طے کر کے ملک کو مسائل کی گرداب سے باہر نکالنے کی مقدور بھر سعی کی جائے گی۔

گول میز کانفرنس کی تجویز کوئی نئی تجویز نہیں، خصوصاً اس تجویز کو این ڈی پی کے ایک اہم لیڈر خان عبدالولی خان بارہا پیش کر کے اس کا اعادہ بھی کر چکے ہیں۔

گرچہ خان صاحب موصوف کی اس تجویز کو بعض عناصر نے مخصوص سیاسی مفادات کے پس منظر میں پسند و ناپسند کا معاملہ بنایا اور اس کے مثبت اور مفید پہلوؤں کو سوچنے کی بجائے یہ طعنہ دیا، کہ گول میز کانفرنس بلانا تاریخ کی دوسری سنگین غلطی ہو گی۔ ہم ایسی کسی تجویز کے حق میں نہیں کہ سابقہ غلطیوں کا اعادہ کیا جائے۔

اس سارے پس منظر کے باوجود بہر حال یہ امر خوش آئند ہے کہ حکومت نے اس معاملہ پر سنجیدگی سے غور و فکر شروع کیا ہے اور غالب امید ہے کہ اس کے مفید ثمرات سے حکومت خود آگاہی حاصل کرتے ہیں کامیاب ہو جائیگی۔

ملک کو اس وقت درپیش مسائل کے حل کے لیے ہر محب وطن سنجیدہ اور فکر مند ہے اور ہر محبِ وطن یہ چاہتا ہے کہ ملک مسائل کے گرداب سے نکلے اور یہی احساسات سیاسی پارٹیوں کے راہنماؤں کے بیانات سے آئے روز جھلکتے پاتے ہیں۔ اندریں حالات یہ کہنا خلافِ واقعہ نہ ہو گا کہ اس گول میز کانفرنس کی اہمیت و واقعیت کیا درجہ رکھتی ہے؟

انفرادی طور پر مسائل کے حل کی تجاویز کسی بھی مرحلہ میں تجربہ کے طور پر بھی قابلِ قبول کرنا معنی دارد ہے۔ سیاسی جماعتوں کی بہتات میں ان کے مل بیٹھنے تک یہ امر بہر حال بہت مشکل نظر آتا ہے کہ کوئی ٹھوس منصوبہ اور تجویز جو سب کے لیے یکساں قابلِ قبول ہو، پروان چڑھ سکے۔

فوجی حکمرانوں کے زیرِ سایہ قائم ہونے والی حکومت نے اگرچہ ملک کو جمہوریت کے قریب لانے کے لیے مستقبل کا ایک سیاسی خطرہ مول لیا ہے اور معلوم نہیں ان کو اس سلسلے میں مزید کیا کیا مشکلات پیش آ سکتی ہیں، تاہم یہ باور کرنا کوئی مشکل امر نہیں کہ پیپلز پارٹی سمیت اتحاد سے باہر تمام جماعتوں کا مشترکہ الزام اتحاد پر یہی ہے کہ یہ لوگ محض اقتدار کی خاطر چور دروازے سے شاملِ اقتدار ہوئے ہیں اور جمہوریت کا راستہ مسدود کرنے کی تمام تر ذمہ داری انہی لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔

واقعاتی دنیا میں ان کی اس بات کا وزن کیا ہے؟ اور حقیقت سے کہاں تک مطابقت کھاتی بات ان کے زیرِ لب ہے؟ دلائل سے جتنا بھی اس کو نکھارنے کی کوشش کی جائے، مخالف فریق اس کو ماننے کے لیے آمادہ نہیں ہے" اور اس کو اپنی بات پر تکرار کے ساتھ اصرار بھی ہے کہ ان کو ہوسِ اقتدار ہے اور جمہوریت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

بہرکیف اس متضاد نظریات کے حامل دو فریقوں میں دلائل سے کسی فیصلہ پر پہنچنا تو انتہائی مشکل ہے جو فریقین کے لیے قابلِ قبول ہو لیکن مستقبل خود یہ فیصلہ انجام دے گا کہ اتحادی رہنماؤں نے انتخابات کو قریب تر کرنے کی جو سعیٔ بے پایاں کی تھی وہ کہاں تک کارگر ثابت ہوئی؟ اور نتائج کس فریق کے نظریے کے مطابق منصۂ شہود پر آئے؟

اس اختلاف کے باوجود سبھی محبِ وطن جماعتیں ملک کی موجودہ صورتِ حال پر بہر حال اچھے احساس و شعور کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔ اس لیے گول میز کانفرنس کے انعقاد کے بعد اگر کوئی متفقہ لائحہ عمل مرتب کر لیا جاتا ہے تو وہ جماعتیں جو حکومت سے باہر رہ کر جمہوریت کو قریب تر دیکھنے کی خواہاں ہیں ان کو بھی حکومت کے ان فیصلوں پر کوئی اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے گی جو گول میز کانفرنس میں

ہوں گے اور اتحادی وزراء کی حیثیت محض قوتِ نافذہ تک محدود ہو کر رہ جائے گی۔ اس طرح ملک انارکی سے بچ کر اتحاد کی فضا کی طرف آئے گا جو ایک نیک شگون ہوگا۔

پیپلز پارٹی سے قطع نظر تمام جماعتیں جو اتحاد، اس کے وزراء اور اس کی پالیسیوں کے خلاف عوام میں اشتعال انگیزی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ وہ اپنی تنقید کا نشانہ اگر بناتی ہیں تو صرف اتحاد کے وزراء کو، اور تمام ناکامیوں کا ذمہ دار صرف اتحاد کو ٹھہراتی ہیں۔ جب مسلح افواج کا ذکر آتا ہے تو اس سے تعاون کی بات کرتی ہیں۔ فوج سے تعاون جاری رکھنے کے عزمِ مصمم کا بار بار اعادہ بھی کیا جاتا ہے۔ اگر مجھے معاف رکھا جائے تو معذرت کے ساتھ عرض کروں کہ "روندی اے یاراں نوں لے لے ناں بھراواں دا" پنجابی کہاوت کے مطابق وہ اپنے اس تعاون میں درپردہ فوجی حکومت کو بھی خطرہ کا الارم دے رہی ہوتی ہیں۔

جب تمام ہی پارٹیاں کہتی ہیں کہ اتحادی وزراء با اختیار نہیں ہیں، تو پھر کسی با اختیار کو ہدفِ تنقید بنانے کی مزید ضرورت کا احساس ہو جاتا ہے۔ نہ یہ کہ بے اختیار لوگوں کے خلاف مسلسل بیانات دیئے جاتے رہیں جس سے یہ مہک آتی ہو کہ انہیں کیونکر اقتدار کی پیشکش نہ کی گئی؟

بہرحال مسلح افواج کے اعتماد کو عوام میں برقرار رکھنے کے لیے بھی ضروری ہے کہ حکومت گول میز کانفرنس کا اہتمام کرے اور متفقہ لائحہ عمل کے طے پانے کے بعد اس کو ملک میں نافذ کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس طرح اتحاد اور پیپلز پارٹی کے علاوہ جو ایک تیسرا گروپ، جو ذہنی طور پر فوج کی حمایت کر رہا ہے، اور ماضی میں بار ہا کر بھی چکا ہے۔ اس کی تمام تر سیاسی قوت کا جو پیپلز پارٹی کو فائدہ پہنچ رہا ہے، اس کا سدِ باب بھی ممکن ہو، اور اس گروپ کا صحیح اندازہ ہو سکے کہ یہ گروپ بھی آخر چاہتا کیا ہے؟ اور مستقبل کے کن خطوط پر ملک کو لے جانا اس کا مقصد ہے؟

جہاں تک پیپلز پارٹی کی شمولیت کا تعلق ہے، ظاہر بات ہے کہ جنرل ضیاء الحق اس کے دورِ اقتدار کے لیے پیغامِ اجل بن کر واردِ مسندِ اقتدار ہوئے تھے، اس لیے وہ کسی پیشگی شرائط کی منظوری کے بغیر اس میں شمولیت اختیار کرنے کو سیاسی ضروریات سے زیادہ "انا" کا مسئلہ سمجھتی ہے۔ پیپلز پارٹی کی شرائط کے پیش کرنے کی جہاں تک بات ہے تو حالات کا منطقی تجزیہ سرِ دست اسی کی طرف مشیر ہے کہ بھٹو کی رہائی کا مطالبہ عدالتِ عالیہ سے ہٹ کر وہ بھی نہیں کرے گی۔ اس لیے وہ [illegible] طور پر یہی کہے گی اگر جمہوریت کی بحالی اور انتخابات کے بارے میں کچھ غور و فکر کرنا مقصود ہو تو ہم بھی تعاون کے لیے آمادہ ہیں۔

ملک میں موجودہ صورتِ حال کو خود فوجی حکومت کی طرف سے اسی رخ پر لانے کے لیے خشتِ اوّل کے طور پر انتخابی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں۔ اس لیے باوجود اس امر کے کہ مسائل موجودہ حکومت کو وراثت میں ملے ہیں، صرف اس وجہ سے کہ مسائل اس کے پیدا کیے ہوئے ہیں کے پیشِ نظر اس کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔ جب تک پیپلز پارٹی سیاسی طور پر کسی بھی حریف سے انتخابی میدان میں شکست سے دوچار نہیں ہو جاتی۔ اس وقت تک کسی بھی اجتماعی، قومی و ملّی مسائل پر پوری ہم آہنگی پیدا کرنے کی خاطر اس کی شمولیت ضروری ہے۔ ورنہ گول میز کانفرنس کے حقیقی نتائج سے مکمل طور پر نہ حکومت کو فائدہ پہنچ سکتا ہے نہ ہی عوام بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ اور تمام محنت کے باوجود مسئلہ سیاست میں الجھ کر رہ جائے گا اور ڈور کا سرا ہزار سعی کے باوجود تلاش کرنا ناممکن ہوگا۔

مستقبل میں ہونے والے انتخابات کے لیے جب سیاسی آزادیاں بحال ہوں گی، اس میں امن و امان کو برقرار رکھنے کی خاطر بھی ضروری ہے کہ پیپلز پارٹی کے ساتھ مل بیٹھ کر ایک ضابطۂ اخلاق مرتب کر لیا جائے۔ تاکہ وہ سبھی فریقوں کو منظور ہو اور تمام اس کے پابند ہوں۔ سیاسی اختلافات کے باوجود اس حد تک تو پیپلز پارٹی کے قریب آنا ہی ہوگا۔ پیپلز پارٹی کی قیادت پر ہزار بدگمانیوں کے باوجود اس میں شامل عوام بہرحال پاکستانی قوم کے ہی فرد ہیں نہ صرف فرد بلکہ سچے اور پکے محبِ وطن بھی ہیں۔ سیاسی طور پر انکو اپنا ہمنوا بنانا یہ ہماری استعداد، انتخابی مہم اور اسلام کے بارے میں پیش رفت کے نتائج پر ہوگا۔

بقیہ:- اللہ دتہ بٹ

تھے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی مسلسل ترغیب دیتے رہتے تھے اسی سے اندازہ کیجئے کہ مرض الوفات میں آپ نے کئی ماہ بسترِ علالت پر گذارنے اور اس دوران ایسے مواقع بھی آئے کہ آپ کے لئے کروٹ بدلنا اور آنے والوں کو پہچاننا بھی مشکل ہو جاتا تھا لیکن اس حالت میں بھی آپ ہر آنے والے صاحبِ ثروت کو مسجد اور مدرسہ کے ساتھ تعاون کی ترغیب دیتے رہے اور بسترِ مرگ پر آپ نے انجمن اسلامیہ کیلئے ہزاروں روپے فنڈ جمع کیا مسجد مدرسہ کے لئے تو انہوں نے خود کو وقف کر رکھا تھا اور ان کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ اس کے علاوہ گویا انہیں کوئی کام ہی نہ ہو۔

جمعیۃ علماء اسلام۔

[illegible]ء میں جمعیۃ علماء اسلام کی تشکیل نو ہوئی اس وقت سے حاجی اللہ دتہ مرحوم جمعیۃ کے باقاعدہ ممبر چلے آ رہے تھے آپ گذشتہ تین سال سے جمعیۃ علماء اسلام گکھڑ کے امیر اور ضلعی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔

الغرض حاجی صاحب مرحوم نے ساری زندگی دینِ حق کی مسلسل اور مخلصانہ خدمت میں گذاری اور نصف صدی سے زیادہ عرصہ پر محیط جدوجہد سے جلائی ہوئی شمع اب اپنے جوان ہمت فرزندوں جناب محمد اقبال بٹ جناب محمد جمال بٹ، محمد مطیع اللہ بٹ اور جناب عتیق الرحمٰن بٹ کے ہاتھوں میں تھما کر اپنے خالق سے جا ملے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کریں ان کے فرزندوں کو مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کی روشن کی ہوئی شمع کو روشن رکھنے کی توفیق دیں اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین

بقیہ:- انٹی میں

صوبہ کو الگ تصور نہیں کرتے، لیکن بھٹو دور میں یہاں زمیندار اور مزارع کے درمیان جو نفرت کے بیج بو دیئے گئے ہیں ان کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ ذرائع رسل و رسائل بھی توجہ طلب ہیں، خاص طور پر دیہاتوں کو شہروں سے ملانے والی سڑکوں کی فوری تعمیر کی ضرورت ہے۔ صوبہ میں تعلیم، بیروزگاری کے سلسلہ میں مرکز کے تعاون کی اشد ضرورت ہے۔

ملک سے بیروزگاری کے خاتمہ کیلئے صنعتکاروں

○ کو تحفظات فراہم کرنا ضروری ہیں!

○ بیرونی سرمایہ کاروں کی حوصلہ افزائی کیلئے مناسب پالیسی وضع کیجائے

○ صنعت کے بحران کو ختم کرنے کیلئے سیاسی بحران کا خاتمہ شرطِ اوّل ہے!

پیداوار کے وفاقی وزیر پروفیسر غفور احمد نے کہا ہے کہ بیرونی سرمایہ کار پاکستان میں سیمنٹ اور گھی جیسی صنعتوں میں سرمایہ لگانے کے خواہش مند ہیں ... ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ملکی معیشت بتدریج ترقی کی طرف گامزن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیرونی سرمایہ کار اب پاکستان میں سرمایہ کاری کرنے کی خواہش کا اظہار کر رہے ہیں۔

پاکستان کی معیشت روزِ اوّل سے غیر مستحکم حالات کا شکار رہی، اور یہاں صنعت و تجارت اور مزدوری و کارکردگی میں توازن کا فقدان نہ صرف موجود رہا بلکہ حکومتوں کی تبدیلیوں اور پالیسیوں کی غیر یقینی کیفیت نے صنعت و حرفت کو پھل پھولنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کا بنیادی اور مؤثر سبب تو پاکستان کی دو سیاسی تبدیلیاں تھیں جو "ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت" کے مصداق چند سالوں کے بعد رونما ہوتی رہیں۔ اگر یہ تبدیلیاں مثبت ہوتیں اور ہر آنے والا سابقہ بنیادوں پر ہی صلاحیتوں کو صرف کرتا تو لازمی امر ہے کہ آج مملکتِ پاکستان اپنے پاؤں پر گو مکمل طور پر نہ کھڑی ہوتی، مگر اس کا مستقبل درخشاں ضرور ہوتا۔ لیکن سابقہ غلطیوں اور قیادتِ اعلیٰ کی شاہ خرچیوں نے نہ صرف ملک و ملت کا مستقبل داؤ پر لگایا بلکہ قوم اور نئی نسل کو "نانِ جویں" تک کا محتاج بنا دیا۔

معیشت اور سیاست کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ پاکستان جب تک اپنے سیاسی معاملات میں آزاد نہیں ہو پاتا، وہ اپنی معیشت کے لیے مثبت راہیں استوار کرنے سے قاصر رہے گا ... جب تک سیاسی استحکام اور جمہوری اقدار مضبوط نہیں ہو پاتیں، اس وقت تک معیشت کے بحران پر صحیح طور پر قابو پانا ممکن نہیں ... سابقہ تاریخِ پاک اسی کا مظہر ہے۔ اس لیے سابقہ تجربات سے بہرہ ور ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ملک سیاسی استحکام نصیب ہو۔

پیداوار کے وفاقی وزیر ——— بجا طور پر اس امر پر خوشی کا اظہار فرما رہے ہیں کہ بیرونی سرمایہ کار پاکستان میں سرمایہ کاری کے لیے آمادہ ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ سوال ضرور سامنے آتا ہے کہ خود پاکستانی سرمایہ کار اپنے وطن میں سرمایہ کاری کے لیے کیوں تیار نہیں؟ نیز وہ لوگ جو پاکستان کو زرِ مبادلہ کی خطیر رقم غیر ممالک سے اپنے خون پسینے سے کما کر بھیجتے ہیں، وہ اپنی دولت سے صنعتوں کے فروغ کی طرف توجہ کیوں نہیں دیتے؟ ... ظاہر بات ہے کہ وہ بھٹو دور کے حالات میں جس سنگینی کا شکار ہو چکے ہیں، اب وہ اسی خاردار جھاڑی میں پھر منہ دینے کو آمادہ نہیں ہیں اور انہیں خطرہ ہے کہ اگر وہ آج اپنے سرمایہ کو صرف کر کے کسی بھی صنعت کو قائم کریں تو نہ جانے کل کلاں اس کا کیا حشر ہو؟

سابقہ حکومت کی غلط پالیسیوں اور ناجائز تجاوزات کے باعث ملک صنعت کے معاملہ میں بحرانی کا شکار رہا اور ابھی تک وہ کیفیت جوں کی توں برقرار ہے۔ ملک میں جس وقت تک کوئی جمہوری حکومت اپنی پالیسی مرتب کر کے باضابطہ ان کو تحفظ نہیں دیتی، وہ عبوری دور میں عبوری صنعتیں لگانے پر آمادہ نظر نہیں آتے۔

عبوری حکومت نے اگرچہ پسماندہ علاقوں میں خصوصاً بلوچستان کے خطہ میں صنعتکاروں کو ٹیکس میں چھوٹ دی ہے، ممکن ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ سرمایہ کار آگے آئیں۔ تاہم غیر یقینی سیاسی صورتِ حال نے ان کو بھی باحوصلہ طریقِ کار اپنانے میں کچھ نہ کچھ سوچنے پر مجبور کر رکھا ہے اور ان کی سوچ کا اس وقت تک جاری رہنا بامرِ مجبوری متصوّر ہوگا تاآنکہ ملک سیاسی راہیں استوار نہیں کر پاتا ... اور دھند چھٹنے پر واضح لائحہ عمل متعین نہیں ہو جاتا۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک بڑی آفت بن گئی اور بیروزگاری نے اس پر مزید بوجھ ڈالا ہے کہ ایک صنعت کار جوں ہی سرمایہ کاری کا ارادہ کرتا ہے تو اسے مزدوروں سے جو سابقہ پڑتا ہے مالک اور مزدور کے مابین کشمکش چل نکلتی ہے۔ مالک اس کے جائز حقوق بھی دینے کو آمادہ نہیں اور مزدور، یونین اور جماعت کی پوزیشن میں ہڑتال کر کے اپنے تمام تر مطالبات منوانے کے لیے ہمہ وقت آمادۂ پیکار ہے۔ اس افراط و تفریط نے بھی سوچ کے بدلنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ نتیجتاً سرمایہ کار کا پیسہ سُود تو کماتا ہے جس سے اس کی ذات کو فائدہ پہنچ رہا ہے مگر پیسے کی اس گردش کے موقوف ہونے سے مزید بیروزگاری نے

ہی نہ لیا اور ملک و قوم مجموعی فوائد سے محروم ہوئے اور معیشت مزید گہرے گھڑوں میں جا گری۔

حکومت نے اس سلسلہ میں جو اجلاس بلایا ہے، اور اس میں ملکی وغیر ملکی سرمایہ کاروں اور ماہرین کو مدعو کرنے کا پروگرام بھی بنایا ہے، خدا کرے سے نتائج خوش آئند ہوں۔ مگر بایں ہمہ یہ بات بے محل نہ ہوگی کہ آخر وہ لوگ اس عبوری دور حکومت میں حسب مطلوب تحفظات لینا چاہیں گے۔ اس سلسلہ میں عبوری حکومت ان کو کیسے مطمئن کر سکے گی؟ جبکہ انتخابات سر پر ہیں اور ان کی ابتدائی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں اور "انتخابات کا سال" "روزن دیوار" سے جھانک رہا ہے۔ بہر حال اس سلسلہ میں حکمران ہی اس کا بہتر جواب دے سکتے ہیں۔

غیر ملکی سرمایہ کاروں کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر صاحب نے مزید فرمایا کہ غیر ملکی سرمایہ کار امریکہ، برطانیہ، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات سے متعلق ہیں۔ انہوں نے پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن پایا ہے اس لیے وہ اس آمادگی کا اظہار کر رہے ہیں۔

امریکہ کے ساتھ پاکستان کے بہت دیرینہ تعلقات قائم رہے ہیں اور صحیح بات تو یہ ہے کہ پاکستان کے مجموعی مفادات کو جس طرح نقصان امریکہ نے پہنچایا ہے کسی بھی ملک نے نہیں پہنچایا ہوگا۔ اقوام متحدہ کے بین الاقوامی ضابطوں کے مطابق گو پاکستان ان اصولوں کا پابند ہے جس میں عالمی برادری کا اشتراک عمل ضروری ہے اور پاکستان آئندہ بھی ان اصولوں کا بھرپور پابند رہنا چاہتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ مگر یہ بات تاریخ کے حوالہ سے غلط نہیں کہ پاکستان کی حیثیت امریکہ کی (حریص آنکھ میں (دل میں نہیں) ایک منڈی کی رہی ہے۔ اور وہ فرسودہ اسلحہ جو اس کے ہاں بے کار محض ہو کر رہ جائے وہ پاکستان کا مقدر بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سیاسی طور پر ہمیں امریکہ کی زیر نگرانی اس کی نو آبادیاتی ریاست کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اس لیے سیاسی بالادستی اور بقائے باہمی کے اصول کے پیش نظر بھی امریکہ کی اس سرکاری امداد اور فنڈز جو پی۔ ایل۔ ۴۸۰ کے تحت حکومت امریکہ نے ہمارے کاسۂ گدائی میں "سخیا بھلا ہو" کے جواب میں "عطائے بے پایاں" فرمائی تھی اس سے ہم سیاسی دیوالیہ ہو چکے ہیں۔

پی ایل ۴۸۰ سے حاصل شدہ رقوم نے ملک کو جو نقصان پہنچایا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے

بہر کیف جہاں تک تعلقات عامہ کی استواری کا تعلق ہے وہ تو دنیا میں سبھی سے ہونے چاہئیں لیکن جہاں تک تجارت و معیشت اور صنعت و حرفت کا تعلق ہے، ضروری نہیں ہے کہ ہم اس سلسلہ میں اولیت امریکہ، برطانیہ اور دیگر غیر مسلم ممالک کو عالم اسلام سے ہر طرح کر بخشیں۔ اس سلسلہ میں فوقیت بہر حال عرب ممالک کو دینی چاہیئے۔

اسلام کے رشتہ سے جہاں ہمارے قلوب میں ان کے لیے وسعت بے پایاں ہے وہاں ان کے قلوب بھی ہمارے لیے دھڑکتے ہیں۔ اس لیے اگر غیر ممالک سے سرمایہ کاروں کو دعوت صنعت و حرفت دینا ہی ٹھہرا ہے تو اس کے لیے ان ترجیحات کا سامنے ہونا ضروری بھی اور بہتر بھی ہوگا۔

نیز عالم عرب کو جو ہمارے مفادات عزیز ہو سکتے ہیں وہ کسی بھی غیر مسلم ملک سے ہمیں قطعاً امید نہیں ہو سکتی۔ عالم عرب نے ہمیں سابقہ ادوار میں کوئی ایسا دھچکا نہیں لگایا یا دھن دھونس سے ہمارے ساتھ معاملہ نہیں کیا جس سے ہم یہ سمجھیں کہ "ہنوز خطرہ نیست" اس لیے ہمارے تعلقات اور مفادات دونوں کا تقاضا ہے کہ ہم اس سلسلہ میں عرب دنیا کے سرمایہ کاروں کو

شفیق فاروقی

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی خدمت میں

ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری

۱۳ر اکتوبر مطابق ۸ ذیقعدہ کا دن متعلقین دارالعلوم حقانیہ کے لئے خصوصاً اور ملک کے دینی وعلمی حلقوں کے لئے عموماً خوشی اور اعزاز وافتخار کا دن رہے گا کہ آج پاکستان کے ممتاز ترین تعلیمی مرکز پشاور یونیورسٹی نے دارالعلوم حقانیہ کے بانی ومہتمم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی خدمت میں ان کی شاندار تعلیمی خدمات اور امتیازی کارناموں کے اعتراف کے طور پر ڈاکٹریٹ کی ممتاز ڈگری پیش کی۔ پشاور یونیورسٹی پچھلے سال ڈیڑھ سال سے یہ فیصلہ کر چکی تھی۔ مگر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، اپنی طبعی افتاد کی بنا پر یونیورسٹی کی اس خواہش کو ٹالتے رہے مگر اس دفعہ اصرار کی بنا پر آمادہ ہو گئے۔ یہ تقریب یونیورسٹی کے وسیع اور شاندار ہال کانووکیشن ہال میں منعقد ہوئی۔ جو یونیورسٹی کے طلباء وطالبات، ممتاز دانشوروں، سکالروں، پروفیسروں اور حکومت کے اہم شعبوں کے سربراہوں اور معزز مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ تقریب کی صدارت صوبائی گورنر لفٹیننٹ جنرل فضل حق صاحب نے کی جو یونیورسٹی کے چانسلر بھی ہیں۔ رواج کے مطابق حضرت شیخ الحدیث کو گورنر اور سنڈیکیٹ کے ممبران کے ساتھ جلوس کی شکل میں ڈائس پر آنا تھا مگر آپ کے ضعف وعلالت کی بنا پر پہلے ہی سے آپ کو ڈائس پر بٹھا دیا گیا۔ اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث کے علاوہ ایک نامور جرمن مشرق خاتون ڈاکٹر اینی میری شمل کو بھی ڈگری دی گئی جنہیں مشرقی علوم بالخصوص مولانا رومی اور اقبالیات پر دسترس حاصل ہے۔ ڈگری دینے سے قبل پشاور یونیورسٹی کے علم دوست وائس چانسلر جناب اسماعیل سیٹھی صاحب نے حضرت شیخ الحدیث کے مختصر مطبوعہ سوانح اور خدمات سے انگریزی میں روشناس کیا اور کہا کہ

"مولانا عبدالحق حقانی نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ موصوف مجاہد حاجی صاحب ترنگ زئی سے بھی فیض حاصل کیا۔ درس نظامی کی سند دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ پھر بطور مدرس اپنے مستقبل کا آغاز دیوبند سے کیا۔ اور ہزاروں طالب علموں نے وہاں مولانا سے فیض حاصل کیا۔ مولانا صاحب نے ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے بہت سی اسلامی کتابیں لکھیں۔ مولانا صاحب سوشل ریفارمر (سماجی مصلح) کی حیثیت سے بھی بہت خوب پہچانے جاتے ہیں۔ مولانا صاحب کی خدمات اسلام کی تدوین وترویج معاشرے کی اصلاح اور تعلیمی ترقی میں بہت نمایاں ہیں۔ مولانا عبدالحق صاحب کی ان گوناگوں ناقابل فراموش خدمات کو دیکھتے ہوئے سنڈیکیٹ آف پشاور یونیورسٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ مولانا صاحب (DOCTOR OF DIVINITY) دکتور الہیات کی ڈگری پانے کی مستحق شخصیت ہیں"

اس کے بعد صوبائی گورنر لفٹیننٹ جنرل فضل حق صاحب نے مختصر الفاظ میں مولانا مدظلہ العالی کو خراج تحسین پیش کیا اور مصافحہ کے بعد مولانا کو چاندی کے منقش کیس میں ڈگری پیش کی۔ اور ہال حاضرین کی زبردست تالیوں سے کافی دیر تک گونجتا رہا۔ اس کے بعد منتظمین کی خواہش پر مولانا مدظلہ نے حسب ذیل مختصر تقریر فرمائی۔ اور دعائیہ کلمات سے اختتام کے بعد گورنر صاحب نے تقریب کے اختتام کا اعلان کیا۔ مولانا کی تقریر یہ ہے :-

تقریر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔۔۔ محترم بزرگو! میرے پاس الفاظ نہیں کہ چانسلر صاحب، وائس چانسلر صاحب، سنڈیکیٹ کے ممبران، اساتذہ طلبہ اور آپ سب حاضرین کا شکریہ ادا کر سکوں کہ مجھ جیسے ادنیٰ ترین طالب علم کو ایسے اونچی جگہ پر جہاں علماء اور فضلاء کا اجتماع ہے اور جو پاکستان کی ممتاز اور عظیم تعلیمی یونیورسٹی ہے حاضر ہونے کا موقع دیا اور ایسے اعزاز سے نوازا۔ حضرات یہ علم کا مرکز ہے ہم اور آپ سب طالب علم ہیں اور علم کو اللہ نے بڑی فضیلت دی ہے ہم سب کے دادا حضرت آدم علیہ السلام

کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا تو علم کی وجہ سے، وہ اپنے وقت کے سائنس کے بھی عالم تھے وعلم آدم الاسماء کلہا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو حقائق و خواص اشیاء کا علم دیا۔ سائنس بھی حقیقتوں کا موجد نہیں ہے مظہر ہے۔ مخفی چیزوں سے پردہ ہٹانا اس کا کام ہے انکشاف و ظہور۔ اصل کام تو اللہ تعالیٰ کا ہے جو ہر چیز کے موجد ہیں۔ علماء نے کہا ہے کہ موجودہ زمانے کی سائنس سے قرآن کی تائید ہو رہی ہے پہلے جب کہا جاتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج آسمانوں کی طرف گئے تو یہ فلاسفر مذاق اڑاتے تھے مگر جب یہ سائنس نے ثابت کر دیا کہ انسان جب چاند ستاروں، زہرہ اور مریخ تک پہنچ سکتا ہے تو ایک نبی روحانی اور رضائی طاقت کے ذریعہ آسمانوں سے بھی یقیناً اوپر جا سکتا ہے جب کہا جاتا ہے کہ عرش معلیٰ کی بات حضور اقدس سن رہے ہیں تو لوگ مذاق اڑاتے کہ مولوی کیسی بات کرتا ہے مگر اب راکٹ میں سوار فلکیات کے اونچے مقامات پر چاند پر جانے والے افراد کو زمین سے ہدایات دی جاتی ہیں۔

محترم بزرگو! علم ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی اہمیت وحی متلو یعنی قرآن مجید سے واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا سب سے پہلا لفظ اقرأ ہے یعنی پڑھو اللہ کا نام لیکر پڑھو۔ قرآن مجید میں وحدانیت کا مسئلہ بھی ہے معاشیات کا بھی مسئلہ ہے۔ اخلاقیات بھی ہیں مگر اللہ کا پہلا فرمان ہے:۔ اقرأ باسم ربك الذي خلق (الآیۃ) اور اسی علم کی وجہ سے طالوت کا انتخاب ہوا تو مخالفین نے کہا کہ یہ تو کم تر قبیلے والا ہے اور غریب ہے اس کو خلافت کیسے دی گئی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم۔ علم میں اللہ نے انہیں وافر حصہ دیا تھا تو معلوم ہوا کہ مدارِ فضیلت اور مدارِ خلافت علم ہے بسطۃ فی العلم۔ خداوند کریم ہمیں توفیق دے کہ ہم سب اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی علم حقیقی قرآن مجید کے مطابق کر دیں۔

محترم بھائیو اور بزرگو! اگر دین آگے آئے گا تو یقیناً ہر چیز مسخر ہو جائے گی۔ واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ دریائے نیل ہر سال خشک ہو جاتا تھا مسلمانوں نے قبضہ کیا تو دیکھا کہ ایسے موقعہ پہ لوگ جاہلیت کی رسم کے مطابق ایک نوجوان خوب صورت عورت کو اچھے کپڑے پہنا کر دریا کی گہرائیوں میں ڈبو دیتے تھے۔ جان کا نذرانہ پیش کرتے کہ دریا چڑھ جائے حاکم وقت حضرت عمرو بن العاص کو بتایا تو فرمایا ہم تو اسلام کے ماتحت حکومت چلا رہے ہیں مجھے دیکھنا ہے کہ ایسا کرنا اسلام میں جائز ہے یا ناجائز۔ تو حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی کہ یہاں ایسا جاہلانہ رسم جاری ہے حضرت عمرؓ نے دریائے نیل کے نام ایک مختصر چٹھی لکھ کر بھیج دی لکھا کہ ان کنت تجری بامر اللہ فاجر والا فلا حاجة لنا الیک اگر اللہ کی مرضی سے چلتا ہے تو بہتے رہو ورنہ ہمیں کوئی حاجت نہیں چٹھی کو دریا میں ڈالا گیا تو اسی وقت دریائے نیل میں طغیانی آگئی۔ حضرت علاء حضرمیؓ صحابی ہیں فوج کے ساتھ ایسے علاقے میں پھنس گئے جہاں پانی نہ تھا لوگ پیاسے تھے وضو کا انتظام نہیں تھا فرمایا تیمم کر کے نماز پڑھو اور اللہ کی بارگاہ میں دعا کرو کہ یا اللہ ہم آپ کی راہ میں دین کی اشاعت اور مضبوطی کے لئے لڑ رہے ہیں یا اللہ ہمیں پانی عطا فرما۔ اسی وقت زمین سے پانی کے چشمے ابل پڑے۔

تو دین مخدوم ہے اور دنیا خادم ہے اس دین کے لئے اللہ اور اللہ کے احکام اور رسول اللہ کے احکام ماننے کے لئے اللہ نے حضور کو بھیجا اگر اس کی پیروی کی جائے تو یقیناً یقیناً ہر چیز ہمارے لئے مسخر ہو جائے گی وسخر لکم ما فی الارض جمیعا ہر چیز مسخر ہو گی۔

محترم بھائیو! ایک وقت وہ تھا کہ عوام دین کو چاہتے تھے مگر حکومت انگریزوں کی تھی وہ نہیں چاہتی تھی، ہندو نہیں چاہتے تھے کہ دین آجائے یا بو حکمران نہیں چاہتے تھے مگر اب تو اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہمارے جنرل ضیاء الحق صاحب اور حکومت کے دیگر زعماء اور لیڈر سب اپنی تقریر کا آغاز بسم اللہ سے کرتے ہیں اور اسلام کا ذکر کرتے ہیں۔ استحکام دین اور دین پر چلنے کی ہدایات دیتے ہیں کہ اجتماعی اور انفرادی زندگی میں دین کو اپنایا جائے۔

تو فضا بہت سازگار ہے اور انشاء اللہ یہی آپ لوگ جو فضلاء ہیں اور جو طلباء ہیں اور منتظر ہیں آگے چل کر کرسیوں پر بیٹھیں گے، باگ ڈور سنبھالیں گے تو آپ لوگ دین سے آراستہ ہو کر دین کی بڑی خدمت کر سکیں گے۔ اور اگر دین کی خدمت کریں گے تو انشاء اللہ یہ پاکستان بھی مستحکم ہو گا تمہاری بات کا بھی وزن ہو گا اقوام عالم میں تمہاری قدر ہو گی۔

آخر میں یہ گناہ گار ایک بار پھر آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہے جس کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔

دار العلوم حقانیہ میں تشکریہ کی تقریب

حضرت شیخ الحدیث کی اعزازی ڈگری کی خبر سے دینی حلقوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور گوشے گوشے سے مبارکباد کے پیغام آنے لگے کہ یہ صرف حضرت شیخ الحدیث کا نہیں بلکہ دار العلوم دیوبند کے فضلاء بلکہ درس نظامی کے ہر فارغ التحصیل عالم کی علمی عظمت واہلیت کا اونچی سطح پہ ایک اعتراف تھا۔ اس سلسلہ میں ۲ر نومبر کو دار الحدیث میں طلباء و اساتذہ دار العلوم حقانیہ کا ایک اجلاس ہوا جس میں ایک طرف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو مبارکباد دی گئی اور دوسری طرف ایک قرارداد کی شکل میں پشاور یونیورسٹی کے ارباب بست و کشاد، وائس چانسلر اور سنڈیکیٹ کے تمام ممبران کو علوم دینیہ کی اس قدر شناسی پہ زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا اور اسے دار العلوم حقانیہ اور پشاور یونیورسٹی کے باہمی علمی روابط کے استحکام کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ اس موقعہ پہ مولانا سمیع الحق صاحب، مولانا عبد الحلیم صاحب صدر المدرسین اور مولانا محمد علی صاحب اساتذہ دار العلوم نے خطاب کیا۔

اس تقریب میں دار العلوم حقانیہ کے دورۂ حدیث کے طالب علم مولانا سعید الرحمان نعمانی کو جو پچھلے سال پورے ملک میں وفاق المدارس کے امتحانات میں فسٹ آئے، مبارک دی گئی اور دار العلوم کی طرف سے گراں قدر کتابوں کا تحفہ بطور انعام دیا گیا۔

★

بشکریہ ہفت روزہ چٹان

حکومت میں ہماری شمولیت کا مقصد اسلامی نظام
کا نفاذ اور انتخابات اور عوام کی مشکلات کا حل ہے!

وفاقی وزیر برائے امور کشمیر و قبائلی علاقہ جات حاجی فقیر محمد

حاجی فقیر محمد خان وفاقی وزیر قبائلی علاقہ جات یکم نومبر کو شام ۵ بجے ہنگو پہنچے، وہ ہنگو پہنچتے ہی سیدھے دارالعلوم مفتاح الاسلام گئے جہاں نمازِ مغرب ادا کی اور نماز کے فوراً بعد وہ اسٹیج پر تشریف لے گئے۔ اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی تو پہلے محمد امین سیکرٹری جمعیت علمائے اسلام ہنگو نے سپاسنامہ پیش کیا۔ بعد میں حاجی فقیر محمد وزیرِ موصوف نے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"حکومت میں ہماری شمولیت کا مقصد اسلامی نظام کا نفاذ ہے" اور دوسرا مقصد الیکشن جلد کرانا ہے، تیسرا مقصد عوام کے مسائل معلوم کرنا ہے۔"...

خطاب کرنے کے بعد سیف الاسلام کے ہمراہ مہمان خانہ گئے جہاں مختلف وفود سے ملاقات کی۔ نمازِ عشا سے پہلے حاجی صاحب نے کھانا کھایا، اور نماز پڑھی، پھر ریسٹ ہاؤس روانہ ہو گئے۔ سیف الاسلام بھی ان کے ہمراہ تھے۔

۲ نومبر کو حاجی صاحب ریسٹ ہاؤس سے سیدھے دارالاسلام مفتاح العلوم گئے۔ وہاں جمعیت علمائے اسلام کے ورکروں اور معززین سے خطاب کیا اور وہاں مختلف وفود سے ملاقات کی۔ تقریباً ۹ بجے دن وہ قبائلی جرگہ سے خطاب کے لیے جرگہ ہال تشریف لے گئے جہاں انہوں نے خطاب کیا۔

اس کے بعد سرکاری افسروں سے میٹنگ اور خطاب کیا۔ تقریباً گیارہ بجے ٹل روانہ ہو گئے۔ سیف الاسلام کاکاخیل، حافظ فخر الاسلام کاکاخیل حاجی ابراہیم پراچہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ وہاں ٹاؤن کمیٹی میں خطاب کیا۔

دارالسلام عربیہ میں کھانا کھایا اور نمازِ ظہر پڑھی، تقریباً ۴ بجے پارہ چنار روانہ ہو گئے۔

تنظیمِ نو

پاکستان قومی اتحاد لنشاط کالونی کے عہدے داروں کا انتخاب:

صدر: خالد جان خٹک ایڈووکیٹ

سینئر نائب صدر: مولانا عبدالرحمٰن جامی

نائب صدر: سراج الحق

نائب صدر: صوفی عبدالعزیز

نائب صدر: رسالدار میجر ریٹائرڈ محمد یونس

جنرل سیکرٹری: صوبیدار (ریٹائرڈ) مطیع اللہ خان

خزانچی: بابو محمد یوسف

سیکرٹری اطلاعات و نشریات راجہ محمد اسلم

جائنٹ سیکرٹری: عبدالشکیل خان

پروپیگنڈہ سیکرٹری: زین العابدین

انتخاب

(دینہ جہلم) جمعیت علماء اسلام شہر دینہ کی مجلسِ عمومی کا اجلاس زیرِ صدارت جناب حاجی محمد سرور صاحب منعقد ہوا۔

اجلاس میں صدر اور جنرل سیکرٹری کا انتخاب عمل میں لایا گیا:

صدر: مولانا الطاف الرحمٰن صاحب

جنرل سیکرٹری: مرزا شوکت علی

نیز یاد رہے کہ یہ دونوں عہدے مولانا محمد صادق صدیقی سابق صدر جمعیت علماء اسلام اور سابق جنرل سیکرٹری مولانا عطاالرحمٰن صاحب کی دینہ سے عدم موجودگی کی وجہ سے خالی تھے۔

مولانا سید بنوری کی یاد میں اجلاس

کراچی، جمعیت علمائے اسلام کراچی کے رہنما امیر زادہ خان سواتی کی قیام گاہ پر ایک اجلاس مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں منعقد ہوا، جس میں قرآن خوانی کے بعد متعدد مقررین نے حضرت مولانا کی زندگی پر روشنی ڈالی۔

یاد رہے کہ شیخ الحدیث مولانا سید محمد یوسف بنوری مہتمم مدرسہ اسلامیہ نیو ٹاؤن گذشتہ برس وفات پا گئے تھے۔

حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریف والے کا دورہ بلوچستان

جمعیت العلمائے اسلام پاکستان کے مرکزی سینئر نائب صدر مولانا عبدالکریم قریشی ایک ہفتہ کے دورہ پر ۲۱ر ستمبر کو کوئٹہ پہنچے۔ رات کو حضرت نے مدرسہ عربیہ جامع رشیدیہ میں ایک عظیم اجتماع سے خطاب کیا۔ حضرت ۲۲ر ستمبر کو قلات کے لیے روانہ ہو گئے۔ قلات پہنچنے پر تین میل پر جمعیت کے کارکنوں نے حضرت کا شاندار استقبال کیا۔ انہیں جلوس کی شکل میں قومی اتحاد ضلع قلات کے صدر محمد صدیق شاہ کے قیام گاہ لے جایا گیا۔ وہاں حضرت نے دوپہر کا کھانا کھایا۔

اس کے بعد نماز جمعہ کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کیا۔ بعد میں حضرت نے مولوی محمد عثمان کی دعوت پر حاجی نبی بخش کے مدرسہ میں ایک اجتماع سے خطاب فرمایا . . . خطاب کے بعد اسی دن قلات سے دس میل کے فاصلہ پر اسکلکو گاؤں کے لیے روانہ ہو گئے اسکلکو پہنچنے پر قبائیلیوں نے حضرت کا شاندار استقبال کیا۔ سینکڑوں افراد نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت نے رات ساڑھے بارہ بجے تک عوام کے ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب کیا۔ جس میں گاؤں کے تمام بچے بوڑھے جوان اور عورتوں نے شرکت کی۔ حضرت صبح سویرے قلات کے لیے روانہ ہو گئے۔ قلات میں محمد صدیق شاہ کے ہاں دوپہر کا کھانا کھایا۔ بعد میں قافلہ محمد تاوہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ راستہ میں کپوتو کلاں اور کپوتو خورد میں استقبال کے لیے آئے ہوئے لوگوں سے حضرت نے مختصر خطاب فرمایا اور قافلہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

قافلہ جب محمد تاوہ پہنچا تو سینکڑوں قبائیلیوں نے حضرت کا استقبال کیا۔ مسلح رضا کار جلوس پر پہرہ دے رہے تھے۔

رات کو مولانا نے دور دراز سے آئے ہوئے ہزاروں لوگوں کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ بعد میں سینکڑوں عورتیں اور مرد حضرت سے بیعت ہوئے۔

۲۳ر ستمبر کو قافلہ نیچارہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ نیچارہ سے آٹھ میل دور سینکڑوں قبائلی حضرت کے استقبال کے لیے جمع ہوئے تھے۔ جیسے ہی حضرت کا قافلہ نمودار ہوا، بندوقوں کے فائر کر کے قبائلی روایت کے مطابق حضرت کا استقبال کیا گیا حضرت نے رات کو ہزاروں افراد کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ یہاں بھی بہت بڑی تعداد میں مردوں اور عورتوں نے حضرت سے دست بیعت کی۔

اس کے بعد قافلہ پندران کے لیے روانہ ہو گیا۔ پندران میں چونکہ تقریباً تمام افراد حضرت کے مرید ہیں اس لیے وہاں پر استقبال بہت زیادہ کامیاب ہوا۔ پندران اور اس کے آس پاس کے تمام دیہاتوں کے مرد اور عورتیں حضرت کے دیدار کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ حضرت نے یہاں مدلل تقریر فرمائی اور قافلہ زیری کے لیے روانہ ہو گیا۔

زیری پہنچنے پر نوابزادہ میر امان خان زیری، سردار نور جان موسیانی، سردار کریم بخش زیری، وڈیرہ عبدالخالق، میر عبدالکریم اور مولانا کرم شاہ کی قیادت میں ہزاروں مسلح قبائلیوں نے قافلے کا استقبال کیا۔ چونکہ اس سے پیشتر حضرت شفیق الرحمٰن درخواستی کے دورہ سے یہاں انقلاب برپا ہوا تھا اس لیے حضرت کے استقبال میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی . . . کیونکہ یہاں پر بھی حضرت کے مریدوں کی بہت بڑی اکثریت ہے۔ حضرت نے رات کو کرم شاہ کے مدرسہ میں ایک بہت بڑے جلسہ سے خطاب کیا۔ صبح کو قافلہ ڈگن کے لیے روانہ ہو گیا۔ راستہ میں چشمہ میں استقبال کے لیے آئے ہوئے لوگوں سے حضرت نے مختصر خطاب فرمایا۔

ڈگن میں سینکڑوں قبائلیوں نے حضرت کا استقبال کیا۔ حضرت نے اجتماع سے خطاب فرمایا اور قافلہ ملیل کے لیے روانہ ہو گیا۔

ملیل میں حضرت کا بہت شاندار استقبال ہوا۔ حضرت نے ایک گھنٹہ تک لوگوں سے خطاب کیا۔ بعد میں بہت بڑی تعداد میں عورتوں اور مردوں نے حضرت سے دست بیعت کی۔ بعد میں قافلہ جیوا کے لیے روانہ ہو گیا۔

جیوا پہنچنے پر ہزاروں افراد نے حضرت کا استقبال کیا، چونکہ جیوا ایک گنجان آبادی والا گاؤں ہے اور یہاں کے تقریباً تمام مرد اور عورتیں حضرت کے مرید ہیں اس لیے یہاں جلسہ بہت زیادہ کامیاب ہوا۔ دور دراز سے آئے ہوئے ہزاروں افراد سے حضرت نے خطاب فرمایا بعد میں قافلہ خضدار کے لیے روانہ ہو گیا چونکہ خضدار میں قافلہ رات کو آٹھ بجے پہنچا۔ اس لیے جامعہ مسجد میں سینکڑوں افراد کے اجتماع سے حضرت نے خطاب فرمایا۔

صبح کو قافلہ منگچر کے لیے روانہ ہو گیا منگچر میں حضرت کا استقبال شاندار طریقہ سے ہوا۔ یہاں کی آبادی تقریباً ۲۵ ہزار افراد پر مشتمل ہے اور یہاں کی تمام آبادی تقریباً ۱۰۰ فیصد جمعیت سے وابستہ ہے۔ حضرت کی بہت خاطر تواضع ہوئی۔

اس کے بعد حضرت مستونگ کے لیے روانہ ہو گئے۔ مستونگ میں حضرت نے احباب سے مختصر خطاب فرمایا اور قافلہ کوئٹہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ حضرت کے اس تمام دورہ میں پاکستان قومی اتحاد ضلع قلات کے صدر اور جمعیت علماء اسلام صوبہ بلوچستان کے جوائنٹ سیکرٹری مولوی محمد صدیق شاہ ساتھ تھے۔ انہوں نے ہر جگہ حضرت کی تقریر سے پہلے مقامی زبان میں تقریر فرمائی۔ حضرت کا یہ دورہ نہایت کامیاب رہا۔ حضرت نے خود اپنے دورہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بلوچ قوم سچے مسلمان ہیں اگر ان کی صحیح طور پر رہنمائی کی جائے تو یہ پاکستان کے لیے بہت بڑا سرمایہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ اس ترقی یافتہ دور میں بھی بلوچ قبائیلیوں کو پینے کا پانی میسر نہیں اور نہ ہی ان کی کچی سڑکوں پر حکومت توجہ دیتی ہے۔

انہوں نے امید ظاہر کی کہ ان علاقوں پر

خصوصی توجہ دی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اگر ان علاقوں میں کوئی جماعت اپنا وجود اور اثر رکھتی ہے تو وہ جمعیت علمائے اسلام ہے۔ انہوں نے ان لوگوں کے دعویٰ کو بے بنیاد قرار دیا کہ بلوچ قوم غدار ہے اور ملک دشمن بھی۔

انہوں نے کہا کہ بلوچ قوم سچے مسلمان ہیں۔ صرف ان کے حقوق انہیں دیئے جائیں۔

حضرت نے مولوی محمد صدیق شاہ کی جمعیۃ کے لیے خدمات کو سراہا اور دعا کی کہ اس نوجوان کی عمر کو خدا دراز فرمائے اور آئندہ بھی خداوند انہیں اسی جذبہ سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت کی تقریر آئندہ شمارہ کے لیے بھیجی جائے گی۔

جمعیت میں شمولیت

تحریک استقلال منڈی مڈالہ روڈ کے سابق صدر اور مشہور سیاسی وسماجی شخصیت میاں محمد صادق صاحب نے اپنے ساتھیوں سمیت تحریک استقلال کی بنیادی رکنیت سے مستعفی ہو کر جمعیت علمائے اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا ہے۔ انہوں نے مولانا مفتی محمود اور حضرت سید اللہ دتہ دامتی اور پیر طریقت حضرت عبید اللہ انور کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔

نیز انہوں نے تحریک استقلال کی کارکردگی پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے قومی اتحاد سے علیحدگی اختیار کر کے شہدائے تحریک نظام مصطفےٰ کے خون سے غداری کی ہے۔

نیز جمعیت علماء پاکستان منڈی مڈالہ روڈ کے جنرل سیکرٹری نے بھی جمعیۃ علمائے پاکستان کی بنیادی رکنیت سے مستعفی ہو کر جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔

انہوں نے اتحاد سے علیحدہ ہونے والی جماعتوں پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اتحاد سے علیحدگی اختیار کر کے شہداء کے خون اور نظام مصطفےٰ سے غداری کی ہے۔ قوم انہیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔

مزید انہوں نے جمعیت علمائے اسلام کی قیادت کو خراج تحسین پیش کیا۔ جمعیۃ علماء اسلام تحصیل جڑانوالہ کے کنوینر ڈاکٹر محمد یاسین اور منڈی مڈالہ کے مقامی اور ممتاز راہنما مولانا مسعود الرحمان نے مذکورہ حضرات کی شمولیت کا خیر مقدم کیا۔

دورہ

جمعیت علماء اسلام گڑھی خیرو کے سرپرست و نگران اعلیٰ حضرت مولوی نصر اللہ سومرانی صاحب جمعیۃ علماء اسلام تحصیل خیرو کے پریس سیکرٹری محمد عبداللہ عابد سندھی نے ۱۵ اکتوبر کو تحصیل گڑھی خیرو کا دورہ کیا۔ پہلے گڑھی خیرو سے ۱۲ میل دور الہ آباد گئے۔ جہاں انہوں نے جمعیۃ کے کارکنوں سے ملاقات کی اور نماز عصر کے بعد کارکنوں سے خطاب کیا۔

اس کے بعد نواں گوٹھ تشریف لے گئے۔ وہاں بھی بعد از نماز مغرب جناب حضرت مولانا نصر اللہ سومرانی صاحب درس حدیث فرمایا اور کارکنوں سے ملاقات کی۔

اس کے بعد ہشت گوٹھ تشریف لے گئے جہاں رات کو ہشت گوٹھ میں رہے۔ صبح کو حضرت مولانا نصر اللہ سومرانی صاحب نے درس قرآن دیا۔ بعد از ایک بہت بڑے اجتماع سے دونوں رہنماؤں نے خطاب کیا اور اس کے بعد داؤ گوٹھ پہنچے۔ وہاں بھی گرمجوشی کے ساتھ کارکنوں نے استقبال کیا۔ اس کے بعد محمد پور تشریف لے گئے جہاں پر ان رہنماؤں نے کارکنوں سے ملاقات کی اور خطاب بھی کیا۔

قومی اتحاد تحصیل گڑھی خیرو کا انتخاب

بعض وجوہات پر چند عہدے خالی ہو گئے تھے انہیں پُر کرنے کے لیے تحصیل گڑھی خیرو کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔

صدر: الحاج نبی داد بروہی صاحب، جمعیت

جنرل سیکرٹری: حضرت مولانا نصر اللہ سومرانی صاحب (جمعیت)

نائب صدر: میر محمد نواز جمالی (مسلم لیگ

خازن و پریس سیکرٹری: محمد عبداللہ عابد سندھی (جمعیت)

وفاقی وزیر کا دورہ بیکوٹ

مقامی وزیر امور کشمیر جناب حاجی فقیر محمد صاحب نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث علاقہ بیکوٹ کا تفصیلی دورہ کیا ہے اور علاقہ کے عوام کے مسائل بڑی دل جوئی کے ساتھ سنے اور متعلقہ محکمہ کے آفیسر انچارج صاحبان کو وہ مسائل جو عرصۂ دراز سے توجہ کے مستحق تھے، حل کرنے کی طرف توجہ مبذول کرائی۔ اور ساتھ ہی حلقہ خانپور ایوبیہ کے عوام کو اس بات کی بھی خوشی ہوئی ہے۔ کہ یہ پہلے وفاقی وزیر ہیں جنہوں نے خانپور ایوبیہ اور ملحقہ دیہات کے عوام کے مسائل سنے بلکہ جو کام توجہ کے مستحق تھے ان کے متعلق موقعہ پر ہی ان کا ذاتی طور پر معائنہ بھی کیا، جس کی وجہ سے عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے اور ان کے متعلق ضروری سکیم فرما کر علاقہ کے عوام کے دل جیت لیے ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا پاک ایسے نیک دل صاحب بصیرت حضرات ہمارے آئندہ بھی حکمران ہوں۔ جن کے اور عوام کے درمیان کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا پاک مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ عالی کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائیں۔ ان کو اور ان کے رفقائے کار کو جو نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں جو کوششیں کر رہے ہیں، خدا پاک ان کو اپنے مقصد میں کامیاب فرمادیں۔

ضلع جہلم

جمعیت علمائے اسلام ضلع جہلم کی تینوں تحصیلوں چکوال، جہلم اور پنڈدادنخان کے امیر و جنرل سیکرٹری جلد از جلد اپنے اجلاس بلا کر ملک کی تازہ ترین صورتِ حال اور کا بیان جو' ان کو پہنچ چکی ہیں' کے تحت رکنیت سازی اور اب تک کی مفصل رپورٹ ضلعی دفتر میں ارسال کر دیں۔

امید ہے کہ ماہانہ اجلاس بھی شروع کر چکے ہوں گے۔

رکن ساز کمیٹیوں کا قیام

بہاول نگر :

۱- رائے عزیز الرحمان معرفت محمود سعید ریل بازار بہاول نگر۔

۲- مولانا بشیر احمد شاد نزد بکر منڈی چشتیاں اے بلاک مکان نمبر ۵۰

۳- مولانا محمد قاسم صاحب۔ ہارون آباد، مدرسہ قاسم العلوم، فقیر والی۔

۴- مولانا محمد رفیق صاحب۔ مدرسہ صادقیہ عباسیہ منچن آباد۔

۵- مولانا عبدالرشید صاحب، سراج العلوم فورٹ عباس۔

ضلع بہاول پور :

۱- غلام سرور خان، مچھلی بازار بہاولپور

۲- مولانا غلام حسین صاحب مدرسہ احیاء العلوم حاصل پور۔

۳- جناب محمد عبداللہ قریشی ایڈووکیٹ احمد پور شرقیہ۔

۴- سیٹھ محمد یاسین کریانہ مرچنٹ مچھلی بازار بہاول پور۔

۵- عبدالمجید صاحب آئرن مرچنٹ مچھلی بازار بہاولپور۔

۶- حاجی سیف الرحمان صدر صراف ایسوسی ایشن، بہاولپور۔

۷- عبدالستار شاہ ہمدانی، ایڈووکیٹ، ٹامیوالی۔

ضلع رحیم یار خان

۱- حضرت مولانا غلام ربانی صاحب، مکی مسجد رحیم یار خان۔

۲- مولانا غلام مصطفیٰ چک نصیر آباد۔ مدرسہ احمد پور صادق آباد۔

۳- مولانا حماد اللہ صاحب شفیق، مکی مسجد رحیم یار خان۔

۴- مولانا رشید احمد لدھیانوی، مکی مسجد رحیم یار خان۔

۵- مولانا مطیع الرحمان درخواستی، مدرسہ مخزن العلوم خان پور

۶- مولانا عبدالحمید مدرسہ جامعہ رشیدیہ تعلیم القرآن، نزد ٹیلیفون ایکسچینج صادق آباد۔

جمعہ کو صبح کے شو پر بندش

کراچی، جمعیت علمائے اسلام کراچی شہر کے رہنما امیر زادہ خان سواتی نے ایک بیان میں یوم جمعہ کو کراچی کے سینما گھروں میں دکھائے جانے والے فلم شو کی بندش پر صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کو مبارک باد دی ہے اور کہا ہے کہ احترام جمعہ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی بنیاد کے طور پر قومی حکومت کو چاہیئے کہ وہ فی الفور یوم جمعہ کو سینماؤں کی مکمل بندش کا اعلان کرے تاکہ دولت بٹورنے والے سرمایہ دار عام مسلمانوں کو مزید گمراہ نہ کر سکیں۔

نیز ٹی وی سے ہفتہ واری اردو انگریزی فلموں پر فوری پابندی لگائی جائے۔

قومی اتحاد کندیاں کی تشکیل نو

صدر : مولانا نذیر احمد صاحب۔

نائب صدر : حافظ غلام احمد وٹو۔

جنرل سیکرٹری: عبدالمالک صاحب

جائنٹ سیکرٹری: چوہدری عالمگیر انور

نشرواشاعت: حکیم محمد حسین سلیمی

خازن : حاجی محمد صدیق صاحب۔

ارکان مجلس عاملہ

۱- قاری محمد رمضان صاحب۔

۲- چوہدری رحم دین۔

۳- چوہدری خیر دین۔

۴- چوہدری لیاقت علی۔

۵- چوہدری اسلام الدین

۶- خلیفہ عبدالمجید اور دیگر ممبران منتخب کیے گئے۔

جمعیت میں شمولیت

ٹنڈو محمد خان :

آج مدرسہ عربیہ انوار القرآن محلہ نصیر آباد ٹنڈو محمد خان میں جمعیۃ کا ایک مختصر اجلاس ہوا۔ جس میں سرگرم کارکن حضرت مولانا محمد علی صاحب آزاد مہتمم مدرسہ عربیہ انوار القرآن نے جمعیۃ کا اغراض و مقاصد بیان کیا۔ بعدہٗ شہر کی شخصیت محترم جناب قاضی غلام نبی صاحب نے اپنے ساتھیوں سمیت جمعیت میں باضابطہ طور پر شمولیت کا اعلان کیا۔

اجلاس کے اختتام سے پہلے مفکر اسلام صدر پاکستان قومی اتحاد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہٗ اور پیر طریقت حضرت مولانا نور محمد صاحب سجاول سندھ پر مکمل اعتماد کا اراکین اجلاس نے اظہار کیا۔

کارروائی اجلاس

سرڈھیری : جمعیت علمائے اسلام کا ایک اجلاس گزشتہ روز ابراہیم زئی سرڈھیری میں منعقد ہوا۔ میاں لیاقت علی شاہ صاحب نے اجلاس کی صدارت کی۔

اجلاس کی کارروائی کا آغاز نواب خان صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے سرڈھیری جمعیت کے ناظم اعلیٰ مولانا معتصم باللہ نے ملک کی موجودہ سیاسی صورتحال پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت وطن عزیز نہایت نازک دور سے گزر رہا ہے۔ چاروں طرف سے خطرات منڈلا رہے ہیں، اور اندرونی اور بیرونی ملک دشمن عناصر اپنے مذموم ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ لہٰذا اس نازک مرحلے پر تمام قوم کو متحد ہو کر موجودہ حکومت کی ہر ممکن مدد کرنی چاہیئے اور یہی وجہ ہے کہ پاکستان قومی اتحاد غیر مشروط طور پر حکومت وقت کے ساتھ تعاون کر رہا ہے۔

اس کے علاوہ ملک میں جلد از جلد نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور ملک کو دوبارہ جمہوریت کے راستے پر ڈالنے کے لیے بھی حکومت کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرنا چاہیئے۔ اجلاس سے دوسروں کے علاوہ مولانا عبداللہ صاحب نوخاوت، مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا عبیداللہ صاحب نے بھی خطاب کیا۔

دار العلوم اور مسائل

اس عنوان کے تحت ہم روزمرہ کے مسائل پر مراسلات شائع کرتے ہیں۔ ایڈیٹر کے نام خطوط خوشخط جامع مختصر اور صفحہ کے ایک جانب تحریر ہونے چاہئیں ایسے مراسلے شامل اشاعت نہیں ہوں گے جو کاغذ کے ہر دو اطراف طویل اور جن پر مراسلہ نگار کا مکمل پتہ نہیں ہوگا۔ مراسلات اس پتہ پر بھیجیں: شعبہ دار العلوم و مسائل ہفت روزہ ترجمان اسلام چوک رنگ محل لاہور

صدر مملکت، گورنر پنجاب، وزیر زراعت،

ریونیو بورڈ پنجاب کے نام اپیل

ہم جملہ نمبرداران صوبہ پنجاب جناب صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق، خواجہ محمد صفدر صاحب وزیر زراعت، گورنر پنجاب و ارباب بست وکشاد ریونیو بورڈ پنجاب کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ کالونی ایکٹ کے ذریعے ہر نمبردار کو آدھا مربعہ اراضی آباد کاری سکیم کے تحت الاٹ کی گئی جو کہ بتدریج سانڈ پال / بھیڑ پال سکیم میں تبدیل کر دی گئی۔

بعض مخصوص عزائم مفادات کے پیش نظر بھٹو شاہی نے "نمبرداری مکاؤ تحریک" شروع کرا کر ۱۹۷۲ء میں الاٹمنٹ بند کر دی۔ اسی عرصہ میں بعض الاٹی نمبردار فوت ہو گئے اور یہ رقبے وارث نمبرداران کے قبضے میں رہے اور وہ نمبرداران مسلسل سانڈ اور بھیڑیں پال رہے ہیں، جس کا باقاعدہ اندراج ویٹرنری ڈاکٹر سے کرایا جاتا ہے۔

ریونیو بورڈ پنجاب نے جو جنرل STAY جاری کیا ہے وہ نامکمل اور مبہم ہے جو عام طور پر وکلاء اور عدالت ہائے کے درمیان کھینچا تانی کا باعث بنا ہوا ہے اور سینکڑوں مقدمات ہزارہا روپے کے ضیاع کا باعث بن رہے ہیں۔

ہم صدر مملکت، گورنر پنجاب، وزیر زراعت و ارباب ریونیو بورڈ سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ وارث نمبرداران جو کہ جملہ شرائط سانڈ پال سکیم پوری کر رہے ہیں اور رقبہ پر قابض ہیں، کو پہلے کی طرح الاٹمنٹ کے احکام جاری کرے اور اس عرصہ میں شرائط پوری کنندگان کو واضح حکم امتناعی (STAY ORDER) جاری کیا جائے تاکہ مقدمہ بازی اور احساس عدم تحفظ ختم ہو سکے۔

(نمبرداران تحصیل و ضلع ساہیوال)

حافظِ قرآن اور اس کی

لڑکی کا دن دیہاڑے قتل

گزشتہ دنوں سبی میں ایک عالم دین و حافظ قرآن اور اس کی صاحبزادی کا بے دردی سے قتل ہوا۔

پانچ افراد شدید زخمی ہوئے۔ ان میں سے دو کی حالت نازک ہے۔

ابھی تک نوکر شاہی کی لاپرواہی اور ہٹ دھرمی سے کوئی قاتل گرفتار نہیں ہو سکا۔ سبی میں آئے دن ڈاکے پڑتے ہیں لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں۔

ہم آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ قاتلوں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دے۔ اور سبی میں ڈاکے چوریاں بند کرانے کے انتظامات کرے۔

(محمد عالم بلوچ، محمد اسلم بلوچ۔
ڈاکخانہ سبی، بلوچستان)

یہ لاپرواہی کیوں؟

میں آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے حکومت کی توجہ مسوٹ تحصیل مری کے ڈاکخانے کے پوسٹ ماسٹر کی لاپرواہی کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔

مسٹر رحمت اللہ جو کہ پوسٹ ماسٹر ہے، اتنا لاپرواہ ہے کہ کئی مرتبہ ہم نے لیٹر بکس میں خطوط ڈالے جو بعد میں ڈاکخانہ میں جانے سے معلوم ہوا کہ ابھی تک موصوف نے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ اس لیے کہ موصوف کی ڈاکخانہ میں دوکان بھی ہے... عام طور پر دیہات کے لوگ آتے ہیں اور وہاں سے ہی لفافے لے کر دوکان پر ہی خط چھوڑ جاتے ہیں اور جو لوگ مری شہر سے لفافے لے جاتے ہیں اور لیٹر بکس میں خط ڈالتے ہیں، وہ پوسٹ ماسٹر لاپرواہی کی وجہ سے لیٹر بکس کھولتا ہی نہیں ہے جس کی وجہ سے کئی کئی دن تک خطوط رکھے رہتے ہیں۔

لہذا میں مری کے اسسٹنٹ کمشنر سے اور دوسرے حکام بالا سے مطالبہ کرتا ہوں کہ موصوف کو فی الفور برطرف کیا جائے اور کسی ذمہ دار شخص کا تعین عمل میں لایا جائے۔

(محمود احمد عباسی، موضع مسوٹ۔
تحصیل مری، ضلع راولپنڈی)

وفاقی وزیرِ صحت سے!

رسالہ ترجمان اسلام ۱۷ اکتوبر میں آنجناب کا ۹ اکتوبر کا انٹرویو شائع ہوا۔ جس کو پڑھنے سے خوشخبری کی بجائے سخت بیزاری ہوئی ہے جس کا اظہار کرنا اہم فریضہ سمجھتا ہوں۔ کیونکہ آنجناب نے اسی سال ملک سے ساڑھے چار ہزار ڈاکٹروں کی کالجوں سے فارغ التحصیل ہونے کی خوشخبری سنائی ہے۔ اور ساتھ ہی آنجناب نے پرنس آغا کریم خان کی ایک ارب بیس کروڑ روپے کی کثیر رقم سے میڈیکل کالج شروع کرنے کا مژدہ بھی سنایا ہے تاکہ ملک سے ڈاکٹروں کی کمی دور ہو کر دکھی عوام کو علاج معالجہ کی بہتر اور آسان سہولتیں میسر آسکیں گی، لیکن نتائج اس کے برعکس ہونے یقینی ہیں۔

آں جناب کے بیان پر تبصرہ کرنے سے قبل لاہور ہائی کورٹ کے سابق جسٹس جناب بشیر الدین کا اپریل ۱۹۶۹ء میں صوبہ پنجاب کی عدالتوں کا معائنہ کرنے کی کارکردگی سے آگاہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

جناب جسٹس مذکور نے دیگر عدالتوں کے بالخصوص ۱۵ اپریل کو فیصل آباد کی عدالتوں کا معائنہ کرنے کے بعد انتہائی گھناؤنی بدعنوانیوں اور دھاندلیوں کا انکشاف کیا جو کہ ۱۶ اپریل کے اخبار "امروز" میں مفصل طور پر شائع ہیں۔

میں نے بفضلِ خدا اس بیان پر آزادانہ انداز میں تبصرہ کر کے جناب جسٹس کے نام ۲۹ اپریل ۱۹۶۹ء کو واپسی رجسٹری کروایا تھا، کیونکہ جسٹس مذکور نے تمام بدعنوانیوں اور دھاندلیوں کے ازالہ اور مقدمات کو جلد نمٹانے کے لیے مجسٹریٹوں کے اضافہ کرنے کا نتیجہ اخذ کیا تھا، جو کہ نہ قرینِ انصاف تھا بلکہ ناقابلِ برداشت بھی تھا، کیونکہ ملکی خزانہ اور عوام پر بوجھ بن کر مقدمات نمٹنے کی بجائے مزید الجھنے کا ہی سبب بنتا تھا جس کے لیے انتظامیہ اور عدلیہ کی دھاندلیوں کے انکشاف اور ان کے انسداد کے علاوہ دیگر شعبوں کے بالخصوص ڈاکٹروں کی ترقی کو وضاحتاً تحریر کیا تھا۔ جس کے ضمن میں موصولہ چھٹی کی فوٹو منسلک ہے۔۔

۹ اکتوبر کے انٹرویو کے مطابق ہر سال ساڑھے چار ہزار کی بجائے اگر دس ہزار بھی ڈاکٹروں کو فارغ التحصیل کروالیویں تو بھی عوام کے مفاد کے برعکس ملکی خزانہ پر ہی بوجھ بنے گا۔

نیز اگر خوراک سے ملاوٹ کا سختی سے خاتمہ اور ولایتی کھاد وغیرہ کی بندش عملاً ہو جائے تو انشاء اللہ العزیز پہلے ہی ہسپتالوں اور ڈاکٹروں کے اخراجات کروڑوں کی بجائے لاکھوں میں رہ جائیں گے کیونکہ ملک میں سستی سے سستی خوراک نمک، مرچ اور پانی بھی ملاوٹ سے پاک نہ رہ سکا ہے۔ جو کہ عملاً حکومت کی سُستی یا لاپرواہی بلکہ عملاً کمزوری یا بے بسی کے ہی مترادف ہے جس کا محاسبہ از حد ضروری تھا۔

دس، بارہ سال قبل ازیں شاہِ مراکش نے خوراک میں ملاوٹ کرنے والوں کا ایسا قلع قمع کیا تھا جس کی مثال آج تک کوئی ملک پیش نہیں کر سکا ہے اور آئندہ بھی شاید ہی کوئی ملک ویسی مثال قائم کر سکے۔ جو کہ بے مثال نمونہ تھا۔ خوراک اور صحت لازم اور ملزوم ہیں، لہٰذا دونوں محکمے یکجا ہونے ضروری ہیں۔

۲۵ ستمبر ۱۹۷۲ء کو پیپلز پارٹی کے نام نہاد لیڈر اور ڈپٹی سپیکر شمیم احمد خان نے کرایہ کے غنڈوں سے میرے مخالفین سے چھ ہزار روپیہ لے کر میرے مکان پر ناجائز قبضہ کروانے کے لیے حملہ کروایا تھا (جس کی فوٹو بھی ساتھ منسلک ہے، کیونکہ زخمی ٹانگ کا غلط علاج پیپلز پارٹی کی شہ پر جو ہوا تھا۔ اس کا مئی ۱۹۷۳ء میں سول سرجن سے دوبارہ آپریشن کروایا، جس کے سبب انیس دن ہسپتال میں رہا۔ اور اس دوران میں نے اپنی آنکھوں سے ہسپتال میں جو کچھ دیکھا وہ تحریر میں لانا مناسب نہیں ہے۔

(مستری احمد سائیں
متصل آرامیشن ماڈل ٹاؤن فیصل آباد)

سیمنٹ مہیا کیا جائے!

مدرسہ عربیہ حقانیہ حق آباد سریاب روڈ کوئٹہ کے زیرِ تعمیر تین کمروں کے لیے بار بار حکومت سے گذارش کی گئی ہے مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ زیرِ تعمیر کمروں کی وجہ سے طلبہ رہائش کے مسئلہ میں سخت پریشان ہیں۔

حکومت نے جو ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر کو سیمنٹ کے پرمٹ جاری کرنے کے اختیارات سونپے ہیں اس پر ڈی سی کی اجارہ داری قائم ہے۔ بار بار لائن میں کھڑے ہونے پر بھی ناکامی حاصل ہوئی۔ لہٰذا جناب ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کوئٹہ بلوچستان سے گذارش کی جاتی ہے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اے ڈی سی کوئٹہ کو سیمنٹ کے پرمٹ دینے کا حکم جاری فرماویں۔

(عبدالحق حقانی بلوچ، گلی حق آباد
عقب کنٹرول آفس، سریاب روڈ۔ کوئٹہ)

پنشن بحال کی جائے!

ریلوے کے پنشن یافتہ ملازمین کے بارے میں پہلے بھی لکھا تھا۔ کہ دو عیدیں گزر چکی ہیں مگر افسوس کہ ہمیں کچھ نہیں ملا۔ جبکہ ریلوے کے دوسرے ملازمین کو اپنی تمام تنخواہیں اور الاؤنسز بھی مل چکے ہیں۔ کیا ہم پاکستانی نہیں؟ کیا ہم یہاں کے باشندے نہیں ہیں؟ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، کوئی کاروبار نہیں، صرف ریلوے پنشن پر ہی گذارہ کرتے ہیں اگر تین تین ماہ تک یہ پنشن بھی نہ ملے تو ہم کس کے در پر ہاتھ پھیلائیں۔

"ترجمانِ اسلام" کی وساطت سے حکومت سے درخواست ہے کہ ہماری پنشن اور تمام الاؤنسز کا انتظام کرے۔

(پنشن یافتگان، لکی مروت بنوں)

مولانا زاہد الراشدی کا تنظیمی دورہ

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی ناظم برائے تنظیمی امور و نشر و اشاعت مولانا زاہد الراشدی مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق پنجاب کے مختلف علاقوں کا دورہ کریں گے اور رکن سازی کی رفتار کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ کارکنوں کے مختلف اجتماعات سے خطاب کریں گے۔

۲ دسمبر بروز ہفتہ صبح ۹ بجے۔ شیخوپورہ
بعد نماز ظہر۔ شاہکوٹ بعد نماز عشاء۔ فیصل آباد
۳ دسمبر بروز اتوار صبح ۸ بجے۔ جھنگ
بعد نماز ظہر۔ گڑھ ور لعل عیسن
بعد نماز عشاء۔ چوک اعظم
۴ دسمبر بروز پیر صبح ۹ بجے۔ لیہ
۳ بجے۔ مظفر گڑھ بعد نماز عشاء۔ کوٹ ادو
۵ دسمبر بروز منگل تونسہ شریف
۶ دسمبر بروز بدھ ڈیرہ غازی خان۔

ضروری اعلان

"شہر شہر سے" کے صفحات میں صرف وہی خبریں اور کارروائیاں شائع کی جاتی ہیں جو مقامی جمعیۃ علماء اسلام کے لیٹر پیڈ پر لکھی گئی ہوں۔ نیز یہ کہ آخر میں امیر، ناظم عمومی یا ناظم نشریات کے دستخط اور جمعیۃ کی مہر ثبت ہونا ضروری ہے۔ سادہ کاغذ پر اور بغیر دستخط و مہر کے کوئی خبر، انتخاب اور کارروائی شائع نہیں کی جائیگی۔

پبلشرز مولانا عبیداللہ انور، پرنٹر الٰہی بخش، مطبع کاسمو پرنٹرز، ۸۰/۴ موری گیٹ لاہور